اللہ کے باغی مسلمان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ ـــ کراچی ۷۵۶۰۰

اللہ کے باغی مسلمان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: اللہ کے باغی مسلمان

بتاریخ: ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بمقام: انگلینڈ، کینیڈا، امریکا، جزیرہ باربڈوز،
ویسٹ انڈیز کے مختلف مقامات

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

اللہ کے باغی مسلمان

(ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۳۱:۳)

دعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ وقت میں برکت عطاء فرمائیں۔ یعنی اس تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ اور کام کی باتیں کہلا دیں پھر ان کو نافع بنائیں یعنی سننے والوں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنے فضل و کرم سے انہیں قبول بھی فرمائیں۔ قیامت تک ہم سب کے لیے اور ہمارے تمام اکابر کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے صدقۂ جاریہ بنادیں۔ دینی باتیں صدقۂ جاریہ کیسے بنتی ہیں؟ ذرا اس کا مطلب بھی سمجھ لیجیے، وہ یہ کہ سامعین ان باتوں کو سن کر خود عمل پیرا ہو کر آگے دوسروں تک پہنچائیں۔ دوسرے لوگ بھی اسی طرح آگے پہنچائیں، اس طرح نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہے۔

اہم بات:

ایک اہم بات جو بیان سے پہلے آپ حضرات کو بتانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے دلوں میں اس کی اہمیت پیدا ہوجائے اور توجہ سے بیان سنیں وہ یہ کہ میرا پاکستان سے نکل کر ان دُور دراز کے ممالک میں آنا کوئی سیر و تفریح کے لیے نہیں اور میرا یہ بیان بھی عام مقررین کا سا نہیں، میں تو ایک خاص مہم پر نکلا ہوا ہوں ورنہ اب تک میں نے پوری زندگی اپنے چھوٹے سے دارالافتاء والارشاد میں بیٹھ کر گزار دی۔ بیرونِ ملک تو کیا پاکستان کے کسی دوسرے شہر بلکہ کراچی کے کسی دوسرے محلے میں بھی نہیں جاتا حالاں کہ لوگوں کا مسلسل اصرار رہتا ہے کہ ہمارے ہاں آکر بیان کریں، ان اصرار کرنے والے احباب کو بھی ایک ہی جواب دیتا ہوں کہ جس کو میری باتیں سننا ہوں میرے پاس آکر سُنے۔ دارالافتاء والارشاد میں پابندی سے بیان ہوتا ہے طلب والے لوگ آکر سُن جاتے ہیں لیکن میں کسی کے ہاں نہیں جاتا کیوں نہیں جاتا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام و قوانین کی حفاظت اور ان کی ترتیب و تدوین کا کام ایک ہی جگہ بٹھا کر لے رہے ہیں اور یہ اہم کام ایک جگہ پر جم کر بیٹھنے کے سوا ہو بھی نہیں سکتا، اس لیے میں دارالافتاء سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ اندرونِ ملک تو کہیں جاتا نہیں لیکن یہاں کیسے پہنچ گیا؟ اس کا سبب بھی سُن لیجیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے دُنیا کو فِسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں سے پاک کرنے اور اُمت کو دنیا و آخرت کی جہنم سے بچانے کا ایسا دَرد عطاء فرمایا ہے جو کسی وقت چین نہیں لینے دیتا، دل میں رہ رہ کر یہ دَرد اُٹھ رہا ہے کہ اللہ کی زمین فسق

وفجور سے بھر چکی ہے ہر سُو گناہوں کا ایک طوفان ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا بالخصوص باغیانہ صورت، بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی وعریانی کا سیلاب تو تمام بند توڑ چکا ہے۔ طرفہ یہ کہ بُرائی کا احساس تک دِلوں سے محو ہو چکا ہے، بہت سے گناہوں کو آج کے فارمی مسلمان نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال ڈالا، حالانکہ وہ شریعت کی نگاہ میں بہت بڑے گناہ ہیں بڑے بھاری جرم ہیں بس یہ کیفیت دیکھ دیکھ کر دل میں ٹیس اُٹھ رہی ہے، سینے میں درد اُٹھتا ہے کہ یا اللہ! اس مخلوق کا کیا بنے گا؟ ؎

یہ دَرد اے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی
میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

بتوفیقِ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں میری آواز مشرقی ممالک میں تو مختلف ذرائع سے پہنچ رہی ہے لیکن یہاں مغربی ممالک میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، مجھے اس ضرورت کی اس قدر شدت محسوس ہوئی کہ اس نے سفر پر مجبور کر دیا۔

پھر یہ بھی سوچ لیجیے کہ جسے سفر کی بالکل عادت نہیں جس نے کبھی اپنے ادارے سے باہر قدم نہیں نکالا اور پوری زندگی ایک جگہ بیٹھے گزار دی اس کے لیے اب پچھتر سال کی عمر میں سفر کتنا مشکل ہوگا؟ اور جب اس دَرد نے گھر سے باہر نکالا ہی تو نکالا بھی کیسے؟ کہ اب تجھے ایک دو شہروں میں نہیں جانا بلکہ ملک ملک شہر شہر پھرنا ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ جب سے نکلا ہوا ہوں ایک شعر وِردِ زبان ہے ؎

پھرتا ہوں دِل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
رُوئے زمیں کو کوچۂ جانانہ کیے ہوئے

اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور اسے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنائیں۔

برسرِ مطلب:

اِن تمہیدی کلمات کے بعد اب سمجھیے کہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ

نے ایمان کے قبول کرنے نہ کرنے کا ایک معیار بیان فرمایا ہے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ لوگ زبان سے ایمان کے دعوے بہت کریں گے عشق ومحبت کے نعرے بہت لگائیں گے مگر ان کی بارگاہ میں کس کا ایمان قبول ہے کس کا دعویٰ معتبر ہے؟ اس کے لیے ایک معیار بیان فرمایا ہے قبول کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا فیصلہ بھی انہی کا معتبر ہوگا کہ کس کا ایمان قبول ہے اور کس کا ایمان قبول نہیں، سو اس آیت میں قبول یا عدمِ قبول کا معیار بیان فرماتے ہوئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ میرے بندوں میں اعلان فرمادیں اور انہیں دوٹوک الفاظ میں سنادیں کہ اگر تم لوگ مجھ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو اور مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اتباعِ محبوب کے بغیر کوئی ہزار دعوے ایمان کے کرے، ہزاروں بار عشق اور محبت کے دعوے کرے، لیکن ان کی بارگاہ میں یہ تمام دعوے جھوٹے ہیں یہ نفاق ہے، معتبر صرف ایک ہی دعویٰ ہے جس کے ساتھ اتباعِ محبوب کی سند ہو۔ عقلی لحاظ سے دیکھیں کہ دُنیا کا بھی یہ مسلّم دستور ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے عشق ومحبت کا دعویٰ کرے تو اس کا امتحان بھی اسی معیار سے لیا جاتا ہے کہ محبوب کا حکم مانتا ہے یا نہیں؟ اگر مانتا ہے تو دعوائے عشق میں سچا باور کیا جاتا ہے ورنہ دُنیا کا ہر عقل مند انسان اسے جھوٹا سمجھے گا اور اس کے خالی دعووں پر کوئی شخص بھی کان نہ دھرے گا۔ بعض اوقات دو محبوبوں کے حکم میں تصادم ہوجاتا ہے اب یہ جانچنے کے لیے کہ ان میں سے کس سے محبت زیادہ ہے کس سے کم؟ کس کی محبت غالب ہے کس کی مغلوب؟ یہی معیار سامنے رکھا جاتا ہے۔ جس محبوب کی بات کو مقدم رکھے اس کی محبت میں سچا اور جس کی بات کو پیچھے رکھے اس کی محبت میں جھوٹا تصور کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے مضمون پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھی شاہد ہیں لیکن وہ تمام حدیثیں اس وقت میں نہیں پڑھتا کیونکہ یہ خیال ہے کہ تھوڑے سے وقت میں پیشِ نظر سب باتیں ہوجائیں صرف ایک حدیث کا مطلب بیان کیے دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ''دُنیا بھر کی محبتوں پر جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب نہیں آجاتی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کا ایمان قابل قبول نہیں۔'' (متفق علیہ)

محبت کیسے غالب آئے گی؟ اسے ایک مثال سے سمجھیے۔ بیوی ایک بات کا حکم کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے تو یہ شوہر کے لیے امتحان کی گھڑی ہے اگر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بیوی کی بات کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے تو پکا مؤمن ہے اور بیوی کی بات کو آگے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو نظر انداز کر دیتا ہے تو یہ زَن مُرید حقیقت میں اللہ کو اللہ نہیں مانتا بلکہ بیوی کو ہی اللہ بنائے ہوئے ہے، اسی مثال پر سب کو قیاس کر لیجیے۔ والدین ہوں، بھائی بہن ہوں، دوست احباب ہوں یا دنیا کے حکام وسلاطین ہوں اگر ان سب کے مقابلہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور ان تمام فانی محبتوں کو اللہ تعالیٰ کی لافانی محبت پر قربان کر دیتے ہیں اور آپ کی اندرونی کیفیت یہ ہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

تو آپ کھرے مسلمان ہیں اگر اس معیار کی محبت ہے تو بے شک ایمان کا دعویٰ سچا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہے ورنہ سب جھوٹ اور زبانی جمع خرچ ہے۔ محبینِ صادقین کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری

یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ایسی ہی محبت ہم سب کو عطاء فرما دے۔ یہ تو تھا خالق ومخلوق کی محبت پہچاننے کا معیار! ایک دوسری چیز جو اس سے بھی بڑھ کر منافیٔ ایمان ہے

وہ ہے اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع! مسلمان جب تک شریعت کے مقابلہ میں تمام خواہشات کو قربان نہ کر دے اور مسائل کے سامنے ذاتی مصالح کو مسالے کی طرح پیس نہ ڈالے وہ خام ہے اس کا دعوائے ایمان قابلِ اعتبار نہیں۔ نفس کے ساتھ تو مسلمان کا کیا سلوک ہونا چاہیے؟ سنیے! ایک بزرگ تنہا بیٹھے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

''نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟''

اس جملے کا تکرار کیے جا رہے تھے۔ آخر لوگوں نے بھی سُن لیا اور پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، چونکہ اسلامی حکومت تھی اس لیے یہ ناممکن تھا کہ کوئی عامی سے عامی مسلمان بھی خلافِ شرع کام ہوتا ہوا دیکھ لے یا خلافِ شرع بات سُن لے اور خاموش رہے۔ دین کی مخالفت کسی مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت چیز تھی، اس بزرگ کو پکڑے بغیر مسلمان کیسے چھوڑ دیتے؟ بالخصوص اس قسم کا کفریہ کلمہ تو موجبِ قتل ہے لہٰذا پکڑ کر حاکمِ وقت کے پاس لے گئے کہ یہ شخص ایسا کفر بک رہا تھا۔ حاکم نے پوچھ گچھ شروع کی کہ ایسا کیوں کہہ رہے تھے؟ اس عاشقِ صادق بزرگ نے جواب دیا کہ یہ خطاب تو میں اپنے نفس سے کر رہا تھا کہ:

''ارے مردود! نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟''

میں تو اللہ کا بندہ ہوں مانوں گا تو اسی کی بات مانوں گا تو کوئی میرا اللہ تھوڑا ہی ہے کہ تیری بات مانوں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں جو چیز آئے خواہ اس کا تعلق بیرونی تعلقات سے ہو جیسے والدین اور بیوی بچوں کی محبت اپنے احباب واقارب کی خاطر داری اور حکام وافسران بالا کی حمایت وپاسداری یا اس کا تعلق انسان کی اندرونی خواہشات اور نفسانی اغراض سے ہو جب تک ان میں سے ایک ایک چیز کو حکمِ شریعت پر قربان نہ کر دے اس کا ایمان ناقص اور دعوائے ایمان ناقابلِ قبول ہے۔

مسلمان کا جائزہ:

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے دعوائے اسلام میں کس حد تک اس معیار پر پورا اُترتا ہے؟ آیا وہ دنیا بھر کی تمام محبتوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت کی نگاہ سے اس پہلو کو دیکھیں اور ذرا سی گہرائی میں اُتر کر اس کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ آج کا مسلمان صرف نام کی حد تک یا دعووں اور نعروں کی حد تک مسلمان ہے باقی رہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کی خاطر قربانی کا جذبہ سو اس سے ابھی کوسوں دُور ہے اس لیے کہ سچی محبت کی سب سے بڑی دلیل محبوب کا اِتباع ہے اور اِتباع علم کے بغیر ممکن نہیں اس لیے مسلمان پر یہ بنیادی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کرے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون کیا ہے؟ قانون معلوم کیے بغیر اس پر عمل کیوں کر ممکن ہوگا؟ افسوس کہ آج کا مسلمان اپنے مالک کے قوانین سے ہی ناآشنا ہے اس کی زندگی کا کوئی سا شعبہ لے لیجیے اسے معلوم ہی نہیں کہ اس سے متعلق قرآن وحدیث کی ہدایات کیا ہیں؟ جب علم ہی نہیں تو عمل کہاں سے آئے گا؟ قربِ الٰہی کا پہلا زینہ ہی غائب ہے تو آگے ترقی کے مدارج کیا خاک طے کرے گا؟ یادرکھیے کسی قانون کی تعمیل پر اُبھارنے والی چیزیں انسان کے لیے دو ہی ہوتی ہیں ایک خوف دوسری محبت۔ آج دُنیا کے تمام ممالک میں برسرِ اقتدار حکومتوں کے قوانین نافذ ہیں اور ہر ملک کے باشندے اپنے ملکی قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہیں کیوں؟ صرف اس لیے کہ حکومت کا ڈنڈا سر پر لہرا رہا ہے یقین ہے کہ گاڑی کہیں خلافِ قانون لگادی یا خلافِ قانون چلائی تو دھر لیے جائیں گے اور سخت سزا ہوگی۔ سو ڈنڈے کا خوف قانون پر عمل کرواتا ہے۔

تعمیل کا دوسرا سبب محبت ہے، ہر انسان اپنے محبوب کی بات سنتا اور مانتا ہے اس کی نافرمانی گوارا نہیں کرتا محبت وہ چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان اور ہر تلخ کو شیریں بنادیتی

ہے اور نکمے سے نکمے انسان کو بھی اٹھا کر آمادۂ کار بنا دیتی ہے۔ محبت کی یہ کرشمہ سازی صرف دین میں نہیں دنیا میں بھی پوری طرح کارفرما ہے، یہاں دُنیا میں دیکھ لیجیے کوئی کسی مُردار کے عشق میں مبتلا ہو تو اس کے اشارۂ ابرو کا منتظر رہتا ہے، جان جوکھوں میں ڈال کر بھی اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اگر معشوق کا حکم نہ مانے یا اس کی تعمیل میں ذرا سی پس وپیش کرے تو دنیا کا احمق سے احمق انسان بھی یہ کہے بغیر نہ رہے گا کہ یہ عاشقِ صادق نہیں اس کا دعویٰ نفاق اور خود غرضی پر مبنی ہے، ورنہ بے غرض اور سچی محبت ہوتی تو محبوب کو ہر قیمت پر راضی رکھتا، لہُو لگا کر شہیدوں میں ملنے والے عاشقوں سے متعلق منچلے شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہم فِراقِ یار میں گُھل گُھل کے ہاتھی ہو گئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے

محبوب کے منہ پر تو اس کی تعریفوں کے پُل باندھتے ہیں کہ میرے محبوب! میرے دِل رُبا! تجھ پر سو جان سے فدا! تیرے عشق میں ہلکان ہوا جا رہا ہوں مگر بات ایک بھی مان کر نہ دوں گا اس لیے کوئی فرمائش نہ ، یوں میں تیرا بندۂ بے دام! اسے کہتے ہیں: ’’بغل میں چُھری مُنہ میں رام رام‘‘ اب ذرا انصاف سے بتایئے دنیا میں کون سا عقل مند انسان ہے جو ایسی دوغلی باتوں کو سچ باور کر لے؟ اور ایسے شخص کو عاشق وجاں نثار یا کم از کم طالبِ صادق ہی تسلیم کر لے؟ جب دنیا میں بھی کوئی انسان اس قسم کے کھوکھلے دعووں کو خاطر میں نہیں لاتا تو دین کے معاملے میں ان کا کیسے اعتبار کیا جائے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین دنیا سے بھی کم درجہ کی چیز ہے؟ بات یہ چل رہی تھی کہ انسان کو عمل پر برانگیختہ کرنے والی قوتیں دو ہیں ایک خوف دوسری محبت وعقیدت، لیکن دونوں کا تعلق اندرونی کیفیت سے ہے، اللہ کے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر میں لوگوں کے سروں پر کوئی موٹا سا ڈنڈا لہرا رہا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اُتر آئے قانون شکنی کرے فوراً وہ ڈنڈا حرکت میں آئے اور مجرم کے سر پر برسنا شروع کر دے،

ایسا خودکار ڈنڈا ہو یا کسی فرشتے کی ذمہ داری لگادی جائے کہ جونہی اللہ تعالیٰ کا قانون ٹوٹے، مجرم کو پکڑ کر اس کی پٹائی شروع کردے۔ یہ چیز تو سُنّۃ اللہ (دستورِ الٰہی) کے خلاف ہے۔ اس عالَم میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں، البتہ یہ حقیقت قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہے کہ نافرمان اور سرکش لوگ چین کی زندگی سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی ہر وقت برستی رہتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت کھول کھول کر بیان فرمادی اور اس کا بار بار اعلان فرمایا کہ نافرمان اور باغی دنیا میں کبھی سکون سے نہ رہیں گے مختلف شکلوں میں عذاب کے کوڑے ان پر برستے رہیں گے اور لگاتار برسیں گے جو انہیں کسی کروٹ چین نہ لینے دیں گے ان کی زندگی کو تلخ بنا کر رکھیں گے اس پر قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص موجود ہیں وقت میں گنجائش ہوتی تو کئی آیات اور احادیث بیان کرتا، نمونہ کے لیے صرف ایک جگہ سے چند آیات پڑھتا ہوں:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى ٥ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ
بَصِيْرًا ٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ
الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ
رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَأَبْقٰى ٥ (۲۰-۱۲۴تا۱۲۷)

> ''اور جو شخص میری اس نصیحت سے اِعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کرکے (قبر سے) اُٹھائیں گے، وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا میں تو (دُنیا میں) آنکھوں والا تھا؟ ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا

دیں گے جو حد (اطاعت) سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان
نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیر پا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنا دوٹوک فیصلہ سُنا دیا کہ جو شخص میرا نافرمان ہوگا میرے احکام کی مخالفت کرے گا تو یہ یقین کرلو کہ میں اس کی زندگی اس پر تنگ کر دوں گا۔ سکون اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دوں گا۔ علماء جانتے ہیں کہ یہ معیشۃ کا لفظ نکرہ ہے، اس کی صفت بھی نکرہ ہے نکرہ کے معنی میں عموم و شمول اور ہمہ گیری کا پہلو پایا جاتا ہے اس پر تنوین بھی تقلیل کے لیے ہے پھر جملہ اسمیہ استعمال کیا گیا جس میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں اور جملۂ اسمیہ کے شروع میں انّ حرفِ تاکید، تو گویا اللہ تعالیٰ تاکید پر تاکید، تاکید پر تاکید فرما کر خبردار کر رہے ہیں کہ کان کھول کر سُن لو جس نے میری نافرمانی کی، دنیا میں اس کی زندگی اس پر تنگ تنگ کر کے رکھ دوں گا، سکون اس کے قریب بھی نہ آنے دوں گا، اور جب تک نافرمانی سے باز نہ آجائے اس نعمت سے اسے محروم رکھوں گا خواہ ہفت اقلیم کی سلطنت ہی اسے مل جائے قارون کے خزانے ہاتھ لگ جائیں، سکون اور راحت کے ہزاروں اسباب جمع کرلے، اس کے باوجود میرا فیصلہ یہی ہے کہ سکون اسے نہیں مل سکتا نہیں مل سکتا بلکہ سکون نام کی چیز اس کے پاس سے ہو کر بھی نہ گزرے گی، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ مال و دولت کے ذریعے کسی حد تک جسمانی راحت کا سامان پیدا کرلے، جسم پر زرق برق پوشاک سجا کر حسن کی نمائش کرلے، عمدہ سے عمدہ کھانے کھا کر کام و دہن کی لذت اٹھالے مگر سکونِ قلب جس دولت کا نام ہے وہ ان نمائشی چیزوں میں تو نہیں ملتی، اور سچی بات تو یہ ہے کہ دُنیوی نعمتوں کی ظاہری لذت سے بھی یہ لوگ محروم ہیں، اس لیے کہ کسی بھی نعمت سے لذت یاب ہونا سکونِ قلب کے بغیر ممکن نہیں بھلا جس کے دل پر ہر وقت چُھریاں چل رہی ہوں اور دماغ تفکرات میں غرق ہو اُسے مرغن غذاؤں، نرم و گداز گدوں یا ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں کیا لطف آئے گا؟ یہ تو ہوئی باغی کی دُنیوی سزا کہ چوبیس گھنٹے بے چین و بے کل، گویا مسلسل جہنم میں

جل رہا ہے، اور آخرت کی سزاؤں میں پہلی سزا یہ کہ پوری مخلوق کے روبرو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر بڑی حسرت سے فریاد کرے گا کہ یا اللہ! میں تو دنیا میں بینا تھا، آج میری بینائی کیوں چھین لی گئی؟ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا؟ تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے تو دنیا میں میرے اَحکام سے رُوگردان اور اندھا ہو گیا تھا میری نافرمانی پر کمر باندھ رکھی تھی، اس بغاوت کی پاداش میں دنیا میں بھی تو طرح طرح کی سزائیں بھگتتا رہا آج محشر میں بھی سب سے پہلی رُسوائی یہ کہ تجھے اندھا کر کے اُٹھایا جا رہا ہے اصل سزا تو اس سے آگے ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ نافرمان اور باغی لوگوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں مگر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، آج دیکھ لیجیے دنیا بھر میں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے؟ مصائب کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں؟ کس قدر ذلت ورُسوائی کا شکار ہیں؟ پھر اس اجتماعی بحران سے قطع نظر نافرمان لوگوں کے ذاتی حالات کا ایک نظر سے جائزہ لیجیے گھر گھر میں لڑائی اور گلی گلی میں دَنگا فساد برپا ہے۔ بھائی بہن، میاں بیوی، اولاد و والدین باہم دست و گریباں ہیں، کہیں چین نہیں، اطمینان نہیں، ہر سو **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** کا سماں برپا ہے، پوری دنیا گناہوں کی نحوست سے جہنم کدہ بن چکی ہے نفسا نفسی کا عالم ہے ہر شخص حیران و پریشان اور سرگردان ہے ؎

کسی کو رات دن سرگرم فریاد وفغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سَرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
فقط مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

یاد رکھیے! جب تک اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے باز نہیں آجاتے اس سے محبت کا تعلق پیدا نہیں کر لیتے۔ محبت بھی زبانی کلامی نہیں بلکہ ایسی جو اس کی نافرمانی چھڑوا دے۔

ورنہ محبت نہیں دغا اور فریب ہے۔ جب تک ایسی محبت کا تعلق نہیں پیدا کر لیتے اس وقت تک دنیا میں کبھی بھی امن نہیں مل سکتا کوئی شخص چین کا سانس نہیں لے سکتا۔ ہر طرف یونہی بدامنی، بے چینی اور بے سکونی ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور نافرمانی چھوڑے بغیر جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ تدبیریں اور حیلے اختیار کر کے سکون حاصل کر لیں۔ خواہ یہ تدبیریں دنیا کے ظاہری اسباب سے تعلق رکھتی ہوں جیسے مال و دولت، ثروت و وجاہت، یا ایسی تدبیریں ہوں جنہیں سادہ لوح اور ناواقف لوگ ''روحانی علاج'' کا نام دیتے ہیں جیسے اَوراد و وظائف، دم دُرود اور تعویذ گنڈے ایسے لوگ دھوکے کا شکار ہیں یا یہ حیلہ گر اپنے حیلوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قطعی فیصلے کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا.

''اور آپ اللہ کے دستور میں ردّ و بدل نہ پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ جب تک میری نافرمانی نہیں چھوڑو گے سکون سے محروم ہی رکھوں گا خواہ دنیا بھر کی تدبیریں اختیار کر لو۔ ایسے مدبروں کی مثال مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خوب دی ہے کہ ایک گدھے کی دم کے نیچے کانٹا چبھ گیا جب درد کی ٹیس اُٹھی تو اس نے عجیب تدبیر کی، تدبیر کیا؟ کہ زور سے رانوں پر دُم لگانا شروع کی دُم لگتے ہی کانٹا اور اندر گھس گیا۔ پھر دُم مارتا جا رہا ہے اور رینکتا جا رہا ہے، گدھا جو ٹھہرا! گدھے میں اتنی عقل کہاں سے آئی کہ کسی ڈاکٹر سے جا کر علاج کروائے وہ تو خود ہی ڈاکٹر بن بیٹھا اور اپنا آپریشن شروع کر دیا۔ دم پر دم مارنا شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ جس کانٹے کی ذرا سی نوک چبھی تھی تھوڑی ہی دیر میں وہ پورا کانٹا جسم میں پیوست ہو گیا، مگر یہ ڈاکٹر صاحب اپنی ڈاکٹری سے اب بھی باز نہیں آتے دُم پہ دُم مارتے چلے جا رہے ہیں۔ ع

جتنا تڑپو گے جال کے اندر جال گھسے گا کھال کے اندر

اللہ کے بندو! ہوش کے ناخن لو اللہ کو راضی کیے بغیر اس کی نافرمانی چھوڑے بغیر جتنے منصوبے بناؤ گے جتنی تدبیریں لڑاؤ گے سب اُلٹی پڑیں گی اور جال گھسے گا کھال

کے اندر۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے جسے اس نے قرآن میں بار بار دُہرایا ہے اللہ کے اس فیصلے کو کون بدل سکتا ہے؟

ایک غلط فہمی:

ہوسکتا ہے کہ کسی کے خیال میں یہ بات آئے کہ آپ رَٹ لگا رہے ہیں کہ گناہ چھوڑے بغیر سکون کی زندگی گزارنا ناممکن ہے لیکن ہم نے تو فلاں وظیفہ پڑھا تھا یا اپنے پیر صاحب سے تعویذ لیا تھا تو ہمارا کام تو ہوگیا تھا، ہمیں تو گناہ چھوڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ یہ خیال بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں گردش کرتا ہے کہ بارہا ہم پر مصیبتیں آئیں، بیماریاں آئیں ہم نے ختمِ خواجگان کروایا، یٰسین شریف کا ختم کروایا یا اتنے اتنے روز چہل کاف پڑھتے رہے جس سے آئی ہوئی مصیبتیں ٹل گئیں، بیمار شفایاب ہوگئے۔ جب اس طریقے سے بھی کام نکل آتا ہے تو کیا ضرورت پڑی گناہ چھوڑنے کی؟ بہت سے لوگ اس اشکال میں مبتلا ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا صاف صاف اعلان ہے کہ نافرمان کے لیے چین واطمینان کی نعمت میں نے حرام کردی ہے دونوں جہانوں میں اس کی زندگی جہنم کی زندگی ہے، مگر دوسری طرف اس کے کام بھی بنادیتے ہیں وہ کوئی سی تدبیر عمل میں لاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر بظاہر چین کا سانس لیتا ہے۔ اس کا جواب بھی خود قرآن ہی سے لے لیجیے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا حل بیان فرمادیا کہ اگر میں کسی نافرمان اور باغی کا مطلب دنیا میں پورا کردیتا ہوں مثلاً اس کی دُعاء قبول کرکے ظاہراً تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ کردیتا ہوں۔ کسی نعمت سے بھی اسے نواز دیتا ہوں۔ تو یہ نعمت بھی درحقیقت نعمت نہیں بلکہ عذاب ہی ہے۔ جس کا احساس اسے چند ہی روز کے بعد ہوجائے گا، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ نافرمان لوگوں کا مال ودولت اور ان کی آل واولاد حقیقت میں ان کے لیے عذاب ہے۔ اب ذرا دنیا میں چل پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر سبق

بھی لیجیے۔ دنیا میں عبرت کے سامان تو بہت ہیں لیکن کسی کی چشم عبرت نہیں کھلتی، ذرا توجہ مبذول کریں تو ہر سُو عبرت کے نمونے موجود ہیں۔ دُنیا کے تجربے تو آپ لوگوں کو ماشاء اللہ! مجھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ ان نافرمانوں کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص ہٹا کٹا موٹا تازہ کسی دیوار سے ٹیک لگائے وظیفہ جپ رہا تھا کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ اچھا گھوڑا نہیں دیتا تو گھوڑے کا بچہ ہی دے دے۔ کسی پیر فقیر نے بتا دیا ہوگا کہ یہ مجرب وظیفہ پڑھ لو کام ہو جائے گا۔ سڑک پہ بیٹھا پڑھے جا رہا تھا کسی گھوڑی سوار سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا، اتفاق سے اسی جگہ اس کی گھوڑی نے بچھیرا دے دیا، اسے فکر لاحق ہوئی کہ یہ بچہ اصطبل کیسے پہنچایا جائے؟ اِدھر سے آواز آ رہی تھی یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ یا اللہ...... سپاہی نے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اچھا خاصا صحت مند جوان شخص ہاتھ پر ہاتھ دھرے وظیفہ جپ رہا ہے کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ...... سپاہی نے جا کر ایک چابک لگایا اور کہا چل یہ بچھیرا اٹھا اور اصطبل پہنچا، بے چارہ مرتا کیا نہ کرتا بچھیرا اٹھایا۔ اب چلتا بھی جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا ہے کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ غور کیجیے جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ٹھہرا یا نہیں؟ آج کل کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجیے جو اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں سکون مل جائے گا اور ہماری دعاء قبول ہو جائے گی وہ بھی اس گمراہ کن خیال میں اس احمق سے پیچھے نہیں بلکہ اس سے دو قدم آگے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑے بغیر جو لوگ اَوراد و وظائف یا صرف دعاؤں کے زور سے مقصد نکالنا چاہتے ہیں وہ سوچیں کہ جس ذات کو اپنا مشکل کُشا حاجت رَوا سمجھ کر پکار رہے ہیں جس سے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نفع ونقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس ذات کو ناراض کر کے کیسے اس سے اپنا مقصد حاصِل کر سکتے ہیں؟ کسی عام انسان سے بھی کوئی چیز لینا چاہیں تو پہلے اس کی

خوشامد کرتے ہیں اسے خوش کرتے ہیں جب جا کر اس سے کچھ مانگتے ہیں۔ کیا اس ذات اَحکم الحاکمین کی اتنی بھی عظمت نہیں جتنی ایک انسان کی؟ اس ذاتِ عالی کو راضی کیے بغیر جو لوگ اس سے حاجتیں طلب کررہے ہیں اور وہ بھی ناراض رہنے کے باوجود کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں تو یہ ان کے حق میں کوئی نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہوتی ہے جس کا انہیں احساس وشعور نہیں ہوتا لیکن جب وہ نعمت گلے پڑ کر بجانے لگتی ہے تو اب چلاتے ہیں کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں۔ گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ ایسے ہی ایک شخص کا قصہ سنیے جسے شادی کا شوق سوار ہوا اور یہ کہ بیوی بھی پاک طینت، نیک خصلت، سلیقہ شعار، حسین صورت وحسین سیرت اور ان ان صفات کی حامل ہو۔ خیر! ایسی خواہش کرنا تو گناہ کی بات نہیں بلکہ نیک بیوی ملنا سعادت کی بات ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.⁽¹⁾

مگر ایسی سعادت بھی ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتی صرف ایسے شخص کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اس کی بارگاہ میں مقبول ہو، اس شخص کے دل میں بھی یہ خواہش اُٹھی، لیکن بجائے اس کے کہ گناہوں کی زندگی سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے یہ درخواست کرتا اس نے ''روحانی علاج'' شروع کر دیا نہ جانے کتنے ختم کروائے؟ کیا کیا وظیفے جپتا رہا؟ آخر شادی ہوگئی پسند کی بیوی مل گئی۔ کچھ دن تو ہنسی خوشی بسر ہوگئے اس کے بعد ان بن ہونے لگی۔ بیوی کو ایک روز خیال آیا پکوڑے تلنے کا، میاں بھی آ کر ساتھ بیٹھ گئے، وہ تازہ تازہ پکوڑے کڑاہی سے نکالتی جارہی ہے میاں ساتھ کے ساتھ کھاتا جارہا ہے، تھوڑی دیر بعد بیوی کو خیال آیا کہ ایسے تو میں پکوڑے تلتے تلتے تھک جاؤں گی۔ سارے یہی کھا جائے گا۔ اس نے بھی ساتھ ساتھ کھانے

---

(1) رواه احمد والبزار والطبرانی فی الكبير والاوسط ورجال احمد رجال الصحيح.
(مجمع ال[illegible]د ۴/۲۷۲)

شروع کر دیے۔ کھاتے کھاتے درمیان میں اختلاف ہو گیا، شوہر کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی، بیوی کہتی ہے تو زیادہ کھا گیا۔ بات ذرا بڑھی تو دونوں لڑ پڑے۔ لڑائی ہو رہی ہے جائیداد کی تقسیم پر نہیں، کسی اہم گھریلو معاملے پر نہیں، پکوڑے کھانے پر، وہ کہتی تو زیادہ کھا گیا، یہ کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی۔ شوہر صاحب کو آ گیا غصہ، غصے میں بپھرے ہوئے ہیں مگر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے، جرأت کر کے صرف اتنا کہہ پائے کہ اللہ کرے میں مر جاؤں یا...... آگے کہنا تو یہ چاہتے تھے یا تُو مر جائے، مگر جیسے ہی کہا میں مر جاؤں یا...... بیوی نے گرم گرم کرچھلی اُٹھائی اور کہا یا کون؟ بے چارے خوف سے سہمے ہوئے بولے "یا بھی میں ہی مر جاؤں۔" اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے؟ اگر کہتے یا تو مر جائے تو وہ خود مرنے کی بجائے انہی کا بھرتا بنا دیتی۔ کمزور کی زبان چلتی ہے اور طاقتور کا ہاتھ۔ اس سے عبرت حاصل کیجیے کہ اللہ کے نافرمانوں کو اگر نعمت ملتی بھی ہے تو اس طریقے سے کہ اللہ گھوڑا نیچے دینے کی بجائے اوپر چڑھا دیتے ہیں۔

ایسے ہی ایک شخص کی بیوی ہسپتال میں داخل تھی، وہ باہر برآمدہ میں بینچ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ کیا خبر آتی ہے؟ ڈاکٹر نے کہا بس ایک گھنٹے کی مہمان ہے موت سر پر آ گئی ہے تو یہ جواب میں کہتا ہے کہ اچھا جہاں پوری زندگی گزر گئی وہاں ایک گھنٹا اور سہی! بے چارہ بیوی سے اتنا تنگ تھا کہ اس کا ایک گھنٹا جینا بھی اسے گراں گزرا۔ اس کا بس چلتا تو ایک لمحہ انتظار کیے بغیر اسے چلتی کر دیتا، سو اللہ نافرمان کو گھوڑا دیتا ضرور ہے لیکن نیچے کی بجائے اوپر چڑھا دیتا ہے۔

کہتے ہیں کسی مچھلی کو شکایت ہوئی کہ رزق کی تنگی ہے جیسے آج کا مسلمان اسی غم میں مر رہا ہے، مسکین تو درکنار کسی امیر سے امیر تر شخص سے بھی پوچھ لیجیے خواہ اس کے پاس کار کوٹھی لاکھوں کا بینک بیلنس بھی موجود ہو مگر زبان پر یہی شکایت ہوگی کہ ہائے مر گئے بھوک سے، ہائے مر گئے...... دل کی بھوک بھلا کہاں ختم ہو؟ وہ تو اور بڑھے گی، مچھلی کو بھی بھوک نے ستایا تو کسی پیر صاحب سے وظیفہ دریافت کیا وسعتِ رزق کا! انہوں نے

بتا دیا کہ یہ یہ وظیفے پڑھا کرو۔ ابھی وظیفہ جپتے دو ہی دن گزرے تھے کہ ایک شکاری نے کانٹے میں بوٹی لگا کر اسے دریا میں پھینک دیا۔ مچھلی اسے دیکھ کر لپکی اور جھٹ سے بوٹی منہ میں لے کر خوشی سے پھولنے لگی کہ ماشاء اللہ! ہمارے پیر صاحب نے وسعتِ رزق کا ایسا نسخۂ اکسیر بتایا کہ ابھی اسے شروع کیے بمشکل دو ہی دن گزرے تھے کہ رزق برسنا شروع ہوگیا۔ لیکن پتا جب چلا کہ جب شکاری نے ڈوری کھینچ کر اسے باہر خشکی پہ گھسیٹ لیا۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

شکاری نے باہر نکالا اور بے دردی سے بیرے بنا بنا کر تلنا شروع کیا تو اب کہتی ہے یا اللہ! گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے لیکن تو نے اُوپر چڑھا دیا۔ میں نے رزق مانگا تھا کھانے کے لیے لیکن یہ رزق تو اُلٹا مجھے کھا رہا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ کا نافرمان جب تک اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آجاتا ہزاروں تدبیریں کر لے اللہ کا فیصلہ اپنی جگہ قطعی ہے کہ نافرمان کو امن وچین کبھی نصیب نہ ہوگا نہ دنیا میں نہ آخرت میں ؏

ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری

اگر آپ کسی نافرمان کو مال و دولت میں کھیلتے دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ پُرسکون ہے تو یہ نظر کا دھوکا ہے ایسے گمان سے بھی توبہ کیجیے اور اپنا زاویۂ نظر درست کیجیے۔

ایک شخص کو کسی بزرگ نے کہا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمایا ہے کہ تمہارے حق میں دعاء کروں مگر دیکھو وہ دعاء ایک ہی بار ہوگی اگر غلط دعاء کروالی تو وہ گلے پڑ جائے گی پھر پچھتاتے پھروگے اس لیے خوب سوچ لو، چل پھر کر دیکھ لو۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا۔ گھوم پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لینے لگا کہ کون مزے

کی زندگی بسر کر رہا ہے؟ بالآخر اس کی نظر ایک جوہری پر ٹک گئی دیکھا کہ جوہری بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزار رہا ہے نوٹوں کی تجوریاں بھری پڑی ہیں ہر وقت پیسے کی ریل پیل ہے نوکروں کی پوری ایک فوج آگے پیچھے، کہیں باہر نکلیں تو ہٹو بچو کا شور! یہ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آگیا اور فیصلہ کرلیا کہ بس اسی جیسا سیٹھ بننے کی دعاء کرواتا ہوں۔ بزرگ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا حضور! فیصلہ کرلیا ہے دعاء فرمایئے فلاں جوہری جیسا بن جاؤں۔ بزرگ نے فرمایا پھر بھی دیکھ بھال لو اگر غلط دعاء کروالی تو پھر اس کا کوئی تدارک نہ ہو سکے گا۔ اس لیے خوب غور وفکر کرلو؟ وہ بولا حضور! سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔ بس اب دعاء فرمائیں۔ بزرگ نے فرمایا اتنی جلدی کیا ہے؟ یہ تو تم نے خود بیٹھے بٹھائے فیصلہ کرلیا کہ فلاں سیٹھ جیسا بنوں، اس سیٹھ سے بھی تو جا کر مل لو اس سے حالات دریافت کرو کیا وہ واقعی اس قابل ہے کہ اس پر رشک کیا جائے؟ بزرگ کی بات اس کے دل میں اُتر گئی۔ سیٹھ صاحب کے پاس گیا اس کے نوکروں سے مل کر وقت لیا اور اس سے مل کر سارا قصہ بیان کردیا، چونکہ میری نگاہ میں دنیا کے خوش نصیب اور معزز ترین انسان آپ ہیں، اس لیے میں نے بھی طویل غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جیسا بن جاؤں یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب سکتے میں آگئے اور بولے:

> ’’خوش نصیب معزز ترین کیا معنی؟ میں تو دنیا کا بدنصیب اور ذلیل ترین انسان ہوں، اس لیے مجھ جیسا بننے کا خیال تو کبھی بھولے سے بھی دل میں نہ لانا۔‘‘

آگے قصہ ذرا لمبا ہے اور بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ بہر حال اللہ کا یہ قطعی اور لازوال فیصلہ ہے کہ گناہوں کی زندگی میں کبھی سکون نصیب نہیں ہو سکتا، اگر اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کسی کو تامل ہو تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ لے دنیا میں ہر سو اس کے شواہد موجود ہیں، دل کا سکون درکار ہے تو اس کا نسخہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا

تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ۝ (۱۰-۶۲ تا ۶۴)

آیت کے شروع میں پہلا لفظ ہے اَلاَ۔ اَلا کا مطلب یہ ہے کہ گوشِ ہوش سے سن لو! بڑی اہم بات سنائی جارہی ہے دوسرا لفظ اِنَّ ہے، اِنَّ کے معنی ہیں یقینی بات یعنی آگے جو بات بتائی جارہی ہے وہ یقینی اور حتمی بات ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار ہیں صرف زبان سے دوستی کا دم نہیں بھرتے، بلکہ اپنے کردار اور عمل سے بھی دوست ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں، محبوب کے ہر حکم پر مرمٹنے کو تیار رہتے ہیں، ایسے دوستوں سے متعلق اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ سُنا رہے ہیں:

لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۝

کہ یہ لوگ ہر قسم کے خوف وخطرہ سے محفوظ ہیں دنیا کا کوئی غم، صدمہ یا رنج وملال ان کے دل میں جگہ تو کیا بنائے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ ان کے دل ہر حال میں شاد ومسرور اور پُرسکون ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ۝

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میرے ان دوستوں کی نشانی یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد میری نافرمانی سے بچتے ہیں۔ کسی گناہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ گویا کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد وپیمان باندھ لیا اس کا پورا پورا پاس کرتے ہیں کسی قیمت پر اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے، یہ ہیں سچے محب! دعوائے محبت انہی کو زیب دیتا ہے۔

لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِؕ

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میری طرف سے ان دوستوں کا انعام یہ ہے کہ انہیں دنیا میں بھی خوش وخرم رکھتا ہوں اور آخرت میں بھی!

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِؕ

اپنے ان دوستوں کے لیے جو ہم نے اعزاز واکرام کا یہ فیصلہ کیا ہے اس میں کبھی

بھی تبدیلی نہیں آسکتی یہ بالکل قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔

ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o

یہی ہے بہت بڑی کامیابی دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مالک الملک فرمارہے ہیں سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی صرف اور صرف یہی ہے اس سے ہٹ کر نہ کہیں کامیابی ہے نہ ہی سکون!

اہل اللہ پر مصیبت نہیں آتی:

جس بندے کے دل میں اللہ کی سچی محبت جاگزیں ہو جس کی زندگی گناہوں سے پاک ہو اسے اگر بظاہر کوئی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو وہ حقیقی تکلیف نہیں ہوتی اس تکلیف میں بھی وہ ایک گونہ سکون محسوس کرتا ہے اور زبانِ حال سے کہتا ہے ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلّی کوئی بیٹھا مرے دل میں

یہ تسلّی اور ڈھارس دینے والی ذات کون ہے؟ اللہ جو خود اعلان کر رہا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ o (۱۶-۱۲۸)

بتایئے خود اللہ جس کے ساتھ ہو غم اس پر کہاں سے آئے گا؟ بظاہر آ بھی گیا تو اس کا کیا بگاڑے گا؟ ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخُرم
دیتا ہے تسلّی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اِک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں
مجھے یاس کیوں ہو کہ وہ دِل میں بیٹھے
برابر تسلّی دیے جارہے ہیں

کیا جب کبھی یاد میں نے ہے ان کو
تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آرہے ہیں

جب محبوب کی طرف توجہ جاتی ہے تو سارا غم کافور ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے بھی ہنس دیتا ہوں۔ آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دِل میں ؎

اُف اُف رے ستم ہائے تری نیم نگاہی
نکلا بھی نہیں تیر کہ بیٹھا مرے دل میں
او پردہ نشیں میں ترے اس ناز کے قرباں
پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں

بھلا جسے محبوب اپنی آغوش میں لیے دَبا رہا ہو وہ پریشان کہاں ہوگا؟ اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے جیسے دِلّی کی نہاری میں مرچ مسالہ بہت تیز ہوتا ہے کھانے والے بڑے شوق سے کھاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ سی سی کی آواز بھی نکالتے جاتے ہیں آنکھوں سے ناک سے پانی بھی بہتا ہے پسینہ بھی آجاتا ہے، دیکھنے والا ناواقف یہی سمجھے گا کہ بے چارے بڑی مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں انہیں سخت سزا دی جارہی ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سزا نہیں انعام ہے یہ آنسو اور پسینہ مصیبت سے نہیں لذّت سے بہا رہے ہیں۔

دوسری مثال یوں سمجھیے کہ کوئی شخص چلا جا رہا ہے پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں لے لیا اور زور سے بھینچنا شروع کیا، اچانک اس نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ اس کا دشمن ہے جو مدت سے اس کی تاک میں تھا اس کی جان لینا چاہتا تھا۔ اب اندازہ کیجیے یوں اچانک دُشمن کی گرفت میں آکر وہ بے چارہ کس قدر پریشان ہوگا؟ لیکن اسی راستہ پر ایک دوسرا شخص بھی جا رہا ہے اسے بھی اچانک پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں دبوچ لیا اور زور زور سے بھینچنا شروع کر دیا بے چارے کی پسلیاں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ سوچنے لگا کہ یا اللہ! یہ ناگہانی مصیبت کہاں سے آگئی؟ مگر مُڑ کر دیکھا تو دبوچنے والا

کوئی دشمن نہیں بلکہ ایسا جگری دوست تھا جو عرصہ سے بچھڑا ہوا تھا جس کی ملاقات کے لیے یہ بے تاب تھا، یہ دیکھتے ہی اس کی ساری مصیبت اور پریشانی راحت میں بدل گئی، اب فرطِ شوق میں کہتا ہے یار! اور دَبا۔ اللہ کی طرف سے تکالیف اور آزمائشیں تو تمام لوگوں پر آتی ہیں دوستوں پر بھی اور دشمنوں پر بھی مگر دشمن کے حق میں تو یہ واقعۃً تکالیف اور آزمائشیں ہیں اس پر عذاب کے کوڑے ہیں لیکن دوست کے حق میں یہ کوئی تکلیف نہیں مصیبت نہیں بلکہ دوست کی طرف سے محبت کی حقیقت کھلنے پر وہ کہتا ہے یار! اور دبا پسلیاں بھی ٹوٹتی ہیں تو خیر سے ٹوٹ جائیں تمہارے دبانے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حقیقی معنی میں تکلیف نہیں ہوتی دوستی کی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے، محبت کی چٹکی ہوتی ہے جس سے تکلیف کی بجائے انسان اور حظ اٹھاتا ہے، چھوٹے بچوں سے آپ لوگ بھی دل لگی کرتے ہوں گے بالخصوص اپنا بچہ ہو تو اسے پکڑ کر کبھی سینے سے چمٹا لیتے ہیں اور اس زور سے دباتے ہیں کہ کبھی بچے کی چیخ بھی نکل جاتی ہے کبھی اس کے گال پر دانتوں سے کاٹ لیتے ہیں جس سے نشان تک پڑ جاتا ہے مگر وہ ننھا سا بچہ بھی اس کا بُرا نہیں مناتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ دشمن کی گرفت نہیں دوست کی چھیڑ ہے، اس لیے آپ کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگتا ہے، مچلتا ہے اور دوبارہ آپ کی گود میں آجاتا ہے، ایسے ہی اسے ماں دبالے، بھائی بہن پیار سے تھپڑ لگا دیں کسی کا بُرا نہیں مناتا سمجھتا ہے کہ یہ سب محبوب ہیں۔ اس کے برعکس کوئی اجنبی شخص اسے گھور کر دیکھ بھی لے تو رونا چلانا شروع کر دیتا ہے اس کا پیشاب خطا ہونے لگتا ہے۔ اپنوں کی مار بھی برداشت ہے مگر غیر صرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لے تو یہ بھی گوارا نہیں۔ روز مرہ کی یہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں، انہی سے سمجھ لیجیے کہ نافرمان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک ہوتا ہے اور اپنے دوستوں سے کیا؟

مہلک ترین گناہ:

اس کے بعد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گناہوں کی بہت اقسام ہیں اس وقت تمام اقسام کو گنانا مقصد نہیں جن گناہوں پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں جن کی خاطر یہ طویل سفر اختیار کیا ہے جن کے درد نے مجھے بیٹھنے نہ دیا اور پچھتر سال کی عمر میں بیرونی ممالک میں اتنی دور نکلنے پر مجبور کردیا۔ وہ سنگین اور نہایت درجہ مہلک گناہ سات ہیں، یوں تو ہر گناہ مہلک ہے مگر ان سات گناہوں کی نوعیت دوسری اقسام سے ذرا مختلف ہے۔ یہ ساتوں گناہ کھلی بغاوت کے ذیل میں آتے ہیں جو مجرم چھپ چھپا کر جرم کا ارتکاب کرے اس سے کسی حد تک رورعایت ممکن ہے مگر جو مجرم کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آئے اور بغاوت کا علم بردار ہو وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہوتا۔ بغاوت کا جُرم دنیا کی حکومتوں کے قوانین کی رُو سے بھی ناقابل معافی جُرم ہے۔ کسی بھی قانون میں باغی کی سزا موت سے کم نہیں، جب کسی عارضی اور چھوٹی سی دنیوی حکومت کا باغی بھی سزائے موت کا مستوجب ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے خود سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ اس ذات اَحکم الحاکمین کی حکومت کا باغی کس سزا کا مستحق ہوگا؟ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ. (متفق علیہ)

میری پوری اُمت قابلِ معافی ہے اللہ تعالیٰ سب کو بخش دیں تو یہ ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں یہ ان کی رحمت کا بیان ہے کوئی قاعدہ نہیں یعنی ان کا وعدہ نہیں ہے کہ وہ ہر مجرم کو معاف ہی فرمادیں گے وعدۂ معافی تو ہے توبہ پر۔ توبہ سے بڑے بڑے جرم معاف ہوجاتے ہیں بلکہ گناہوں کی ساری سیاہی دُھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کا اُصول نہیں بیان فرمارہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آجائے تو وہ کسی ضابطے کے پابند نہیں وہ چاہیں تو ساری امت کو بلا توبہ ہی معاف فرمادیں، معافی بھی کیسی؟ اسے ذرا

سمجھیے اور ذہن نشین کر لیجیے کہ اس حدیث میں عام معافی کا اعلان ہے جو بلا حد و امتیاز پوری امت کو شامل ہے اور کسی گناہ کی بھی تخصیص نہیں کہ فلاں جرم معاف فرمادیں بلکہ مطلق معافی کا اعلان ہے جو تمام گناہوں کی معافی کو شامل ہے۔ اب حدیث کا مطلب ذہن نشین کر لیجیے کہ:

''اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے قیامت تک آنے والی میری پوری امت کے پورے کے پورے گناہ معاف فرمادیں سوائے مُجاہِرین کے۔''

مُجاہِرین کا ٹولہ اللہ تعالیٰ کی اس عام رحمت سے بھی مستثنیٰ اور خارج ہے جو پوری امت کو شامل ہے۔ مُجاہرین کون ہیں؟ سرِ عام گناہ کرنے والے جو نہ خالق سے شرمائیں نہ مخلوق کا لحاظ کریں سب کے سامنے کھلے بندوں گناہوں کا ارتکاب کریں۔ ان پر معافی کا دروازہ بند ہے جب تک کہ علانیہ توبہ کر کے اس جرم سے باز نہ آجائیں۔ میں ان سات گناہوں کی سنگینی بیان کر رہا تھا کہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان سب میں قدر مشترک بغاوت کا جرم ہے، دوسری بات یہ کہ ان ساتوں گناہوں کو آج کے مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے دیکھیے شیطان بھی کتنا بڑا عیار کس قدر مکّار اور کس درجے کا ہوشیار ہے جو اس کے دامِ فریب میں آجاتے ہیں انہیں تھپکیاں دے دے کر سمجھاتا ہے کہ بیٹے! دیکھو جو آسان اور میٹھی میٹھی نیکیاں ہیں وہ تو کر لو اور اس قسم کے گناہ بھی چھوڑ دو جو تمہاری بدنامی کا باعث ہوں جن سے تمہاری بزرگی اور پارسائی کو بٹہ لگے، لیکن وہ گناہ جو گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں تمہارے معاشرے کا جزء بن گئے ہیں انہیں چھوڑنے کی ضرورت نہیں، انہیں چھوڑ کر ایک تو تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے ساری دنیا ایک کام کر رہی ہے اور تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو روکے بیٹھے ہو۔ پھر ساری لذتیں اور فرحتیں بھی انہی گناہوں سے وابستہ ہیں، انہیں یکسر چھوڑ بیٹھے تو گھروں کی رونق ہی جاتی رہے گی سارا مزا کِرکرا ہو جائے گا لوگوں میں بھی بلاوجہ نکو بن جاؤ گے لوگ طعنے دیں گے۔ اس لیے ان گناہوں کو چھوڑنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں، گناہ تو وہ ہیں جو تم

چھوڑ چکے اس قسم کے گناہ جنہیں ساری دنیا اختیار کر چکی ہے گناہ نہیں رہے۔ انہیں گناہوں کی فہرست ہی سے نکال باہر کرو۔ اب اگر کوئی سرپھرا تمہیں ٹوک دے کہ یہ گناہ کیوں کرتے ہو؟ تو اس دقیانوس سے صاف صاف کہہ دو کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں۔

افسوس! آج گناہوں کی نحوست سے مسلمان کے دل پر ایسا زنگ چڑھ گیا ہے کہ اسے خیر وشر کی تمیز باقی نہیں رہی شر کو خیر سمجھ بیٹھا ہے آج نئی اندھیری سے متاثر مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ خاص طور سے اس شیطانی فریب میں مبتلا ہے ان گناہوں میں سے کسی گناہ پر بھی انہیں ٹوکیے تو لکھے پڑھے جُہلاء غلطی تسلیم کرنے کی بجائے جھٹ سے اس گناہ کے فوائد گنوانا شروع کردیں گے اور یہ کہ اس کے چھوڑنے میں کتنے نقصان ہیں گویا یہ لوگ گناہ نہیں نیکی کر رہے تھے جس میں آپ نے رکاوٹ ڈال دی ہے، یہ ہے شیطانی تلقین کا اثر:

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـئِہِمۡ الآیۃ (۶-۱۲۱)

”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں۔“

گناہوں کے اس سیلاب میں بہنے والے مسلمانوں میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کی طبیعتوں میں انابت ہے مگر جہالت و نادانی کے سبب گناہوں میں مبتلا ہیں، اس قسم کے لوگ کچھ زیادہ قصوروار نہیں اس لیے کہ ان بے چاروں کو اب تک بتایا ہی نہیں گیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اب تک ڈرایا ہی نہیں گیا۔ میں ابھی انگلینڈ کا دورہ کرکے آیا ہوں وہاں تقریباً ایک مہینہ رہا انگلینڈ میں بھی جہاں جہاں جانا ہوا انہیں سات گناہوں کے خلاف آواز اُٹھائی، میرا یہ معمول نہیں کہ ایک جگہ جا کر لوگوں کو ایک چیز بتاؤں دوسری جگہ کے لوگوں کو دوسری چیز! بلکہ جہاں جہاں جانا ہوا ہر جگہ میں نے یہی ایک مہم چلائی ہوئی ہے۔ انہی منکرات کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے اسی درد نے تو مجھے گھر سے نکالا ہے۔ انگلینڈ میں جب لوگوں نے بیان سُنے تو بحمد اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں نے آکر بتایا کہ ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ بے چاروں کو اب تک علم ہی نہ تھا کہ

ڈاڑھی کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا منڈانا یا کترانا کتنا بڑا جرم ہے؟ وہ تو شاید اب تک یہی سنتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا کارِ ثواب ہے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کوئی رکھ لے تو ثواب ہے نہ رکھے تو گناہ نہیں۔ عام لوگوں کے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی ہے سو جب مسئلہ کا علم ہی نہیں تو بے چارے عمل کیسے کریں؟ اب صحیح علم ہوا تو فوراً عمل شروع کر دیا۔ خاص طور پر انگلینڈ کے کئی شہروں میں مجھے اس کا تجربہ ہوا بہت سے لوگوں نے وہاں ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ یا اللہ! لندن والوں پر جو تیری رحمت ہوئی ہے وہی رحمت ٹورنٹو والوں پر بھی برسا دے۔

سب سے بڑا مجرم:

ایک اہم بات جس کا خاص طور سے دلوں پر اثر ہوتا ہے وہ یہ کہ کہنے والا پوری دل سوزی سے کہے اس کے دل میں مخاطب کی ہمدردی کا جذبہ ہو اسے حقیر سمجھنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود کو پاک صاف سمجھے وہ تو خود سب سے بڑا مجرم ہے دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا؟

ناز تقویٰ سے پھر اچھا ہے نیاز رندی
جاہ زاہد سے پھر اچھی مری رُسوائی ہے

ایک شخص کی پوری زندگی گناہوں سے اَٹی ہوئی ہے مگر اس کے دل میں کبر نہیں خود کو گنہگار ہی سمجھتا ہے تو یہ اقراری مجرم ہے، اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ اسے بخش دیں لیکن دوسرا شخص جو بظاہر بڑا عبادت گذار متقی اور پارسا ہے مگر وہ گنہگاروں کو حقیر سمجھتا ہے خود کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ کوئی پارسا بزرگ نہیں بلکہ بزرگی کے لبادے میں چھپا ہوا شیطان ہے، میرے مالک کا مجھ پر کرم اور رحمت ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا کہ میں جب گناہوں پر نکیر کرتا ہوں تو کسی بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی حقیر نہیں سمجھتا یہ تو دل کا دَرد ہے جس کو ظاہر کیے بغیر چارہ نہیں مجبوراً گناہوں کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے، اگر

تذکرہ بھی نہ کروں تو دل کی بات کیسے ظاہر ہو؟ دوسروں کی اصلاح کیسے ہو؟ جو کچھ کہتا ہوں دِل سوزی سے کہتا ہوں، اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ باتیں سُن کر بُرا نہیں مناتے، میری کوئی بات انہیں ناگوار گذرتی بلکہ اثر انداز ہوتی اور دِل میں اُتر جاتی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو عمل کی بھی توفیق ہو جاتی ہے، حالانکہ باتیں بسا اوقات بڑے سخت لہجے میں بھی کہہ دیتا ہوں، اندر سے ٹیس اُٹھتی ہے تو غصہ بھی آجاتا ہے مگر کسی مسلمان کو حقیر یا اپنے سے کم تر نہیں سمجھتا۔

زباں بے دِل ہے اور دل بے زباں ہے، ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے
گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے

یہ عمر بھر کا تجربہ ہے کہ دِل کی گہرائی سے نکلی ہوئی بات اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

"از دل خیزد بر دل ریزد"

ان گناہوں کی سنگینی کا تو کچھ اندازہ ہو گیا اب ان کی فہرست سنیے:

ڈاڑھی منڈانا یا مٹھی سے کم کرنا۔ یہ علانیہ بغاوت ہے۔

عورتوں کا شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا۔ آج کل اچھے خاصے دین دار لوگ بھی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتے، حالانکہ شرعاً وعقلاً ان سے اَغیار کی بنسبت زیادہ پردہ ہے۔

مردوں کا شلوار یا لنگی نیچے لٹکا کر ٹخنے ڈھانکنا۔ اس گناہِ کبیرہ میں بھی بہت ابتلاء ہے۔

تصویر بنانا، بنوانا بلا ضرورت اپنے پاس رکھنا یا اسے دیکھنا، تصویر والی مجلس میں جانا۔

ٹی وی دیکھنا۔ یہ کئی کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے، جسمانی صحت کے لیے تباہ کن اور دُنیا و آخرت دونوں کی بربادی کا ضامن۔

گانا بجانا۔ یہ صرف ایک گناہ نہیں بہت سے گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

سود کی لعنت۔ سود لینا یا دینا، بینک انشورنس یا کسی اور سودی ادارہ میں ملازمت کرنا یا کسی بھی درجہ میں سود خوروں سے تعاون کرنا، سودی اداروں کو فائدہ پہنچانا۔ یہ سب کام قرآن وحدیث کی رُو سے حرام اور موجبِ لعنت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سود خوروں کے لیے اِعلان جنگ ہے۔

غیبت کرنا اور سننا یہ دونوں سخت ترین گناہ ہیں۔

یہ تو میں نے فہرست بتا دی اب ان کی تفصیل سننے سے پہلے دعاء کر لیجیے:

''یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ہر بات کی پوری پوری تفصیل کہلوا دے یہ کہنا سننا قبول فرما لے اور سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

داڑھی کاٹنا کھلی بغاوت ہے:

داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بغاوت ہے، بغاوت کا مطلب پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سرِ عام لوگوں کو دکھا دکھا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، داڑھی کٹانے والا بھی کھلے بندوں گناہ کر کے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے اور تمام لوگوں کو گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب. (بخاری)

''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو۔''

داڑھی بڑھانے کی حد کیا ہے؟ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے بال کاٹے ہیں جس کی تعیین وتحدید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔ لیکن بعض علماء نے شرح شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک

مٹھی سے زائد کاٹنا ثابت ہے۔ سو ایک مٹھی سے زائد کے بارے میں تو اختلاف ہے کہ زائد رکھنا بہتر ہے یا کاٹ دینا بہتر ہے مگر ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا باجماعِ امت فرض ہے اور اس سے کم کرنا گناہِ کبیرہ ہے، حرام ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسریٰ بادشاہ کے دو قاصد آئے اُن کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ مبارک پھیر لیا ان کی صورتوں کو دیکھنا تک گوارا نہ فرمایا اور ان سے پوچھا:

''تمہیں ڈاڑھی منڈانے کا حکم کس نے دیا؟''

وہ بولے:

''ہمارے رب کسریٰ نے۔''

عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو رب کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تو میرے رب نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔'' (البدایہ والنہایہ وغیرھما)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے تو یہ حکم فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اب جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں وہ کہنے کو تو مسلمان ہی ہیں مگر تنہائی میں بیٹھ کر ذرا غور کریں اور دِل کی گہرائیوں سے سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے:

''میرا رب اللہ ہے، جس نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔''

آتش پرست مجوسیوں نے کہا:

''ہمارا رب کسریٰ ہے، جس نے ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔''

اب ڈاڑھی منڈے ذرا انصاف سے بتائیں ان کا رب اللہ ہے یا کسریٰ؟

یا اللہ! تو ہمارا رب ہے ہمیں دِل و جان سے ظاہر و باطن سے صورت و سیرت سے اپنی ربوبیت کا قائل کر دے، کفار کی مشابہت سے دُور رکھ۔

کسریٰ سے متعلق جانتے بھی ہیں یہ کون تھا؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن، جس ملعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد درجہ گستاخی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو جواب دیا:

”وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میرا غلام ہو کر مجھے خط لکھتا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مزق اللہ ملکہ (بخاری)

”اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو یونہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حرف بحرف سچا ثابت ہوا، اس ملعون کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا، اس ملعون کا ملعون جانشین بھی چھ ماہ سے زائد زندہ نہ رہ سکا، تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ چار سال کے اندر اندر دس بادشاہ تبدیل ہوئے، آخر چند سال بعد یہ ملک مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا، اس صدیوں پرانی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی[1] کی تصدیق پوری دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لی۔

ڈاڑھی منڈے اس ملعون کا انجام سامنے رکھ کر سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ اپنا رب کس کو تسلیم کر رہے ہیں؟ اگر کسی نے اب تک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے شیطان سے ناتا جوڑے رکھا، تو اب بھی کچھ گیا نہیں کہ ابھی وقت ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

---

[1] **اذا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ** (مسلم) ”اس کسریٰ کے مرنے کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا۔“

اس قصہ میں چند باتیں سوچنے کی ہیں:

ایک یہ کہ دونوں قاصد کافر تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی کافر کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کی جاتی ہے اسے احکامِ اسلام کی تلقین نہیں کی جاتی کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو بلکہ اسے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرو، اگر کر لے تو اب اَحکام کی تبلیغ کی جائے گی، وہ دونوں ڈاڑھی منڈے کافر تھے۔

دوسری بات یہ کہ مہمان تھے، مہمان کوئی بھی ہو اس کی خاطر داری کی جاتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ بادشاہ کے قاصد تھے، قاصدوں کا ویسے ہی احترام کیا جاتا ہے خواہ دُشمن کے ہی بھیجے ہوئے ہوں، یہ احترام اس پہلو سے بھی ضروری ہے کہ شاید ان کی اور ان کے بھیجنے والے سلاطین کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر سوچیں کہ وہ مسلمان نہیں، ہیں بھی مہمان اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے قاصد! لیکن رعایت کے ان سب اسباب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات نہیں فرماتے، ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت اختیار کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں وہ خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار کیوں کر سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہ فرمائیں ان کی سفارش کیوں کر فرمائیں گے؟

سُنیے! حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوضِ کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے ایک قوم حوضِ کوثر پر آنا چاہے گی لیکن فرشتے انہیں روک دیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:

”یہ تو میری امت کے لوگ ہیں اُن کو آنے دو۔“

فرشتے عرض کریں گے:

انک لاتدری ما احد ثوا بعدک.

''آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات ایجاد کیں۔''

یہ بظاہر آپ کو اپنے اُمتی نظر آ رہے ہیں مگر آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں کیسی نئی نئی باتیں داخل کر دیں؟ یہ جنہیں آپ اپنی اُمت سمجھ رہے ہیں بدعتی ہیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم فرمائیں گے:

سحقا سحقا لمن غیر بعدی. (بخاری)

''جن لوگوں نے میرے بعد میرا لایا ہوا دین تبدیل کر دیا انہیں دُور ہٹاؤ دُور ہٹاؤ۔''

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان بدعتیوں کی شکل وصورت تو مسلمانوں کی سی ہوگی اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اشتباہ ہوگا، ان کی ڈاڑھیاں اور معصوم چہرے دیکھ کر فرشتوں سے فرمائیں گے انہیں کیوں ہٹاتے ہو؟ یہ تو میرے امتی ہیں، پھر حقیقت کھلنے پر انہیں دفع کر دیں گے، لیکن جن کے چہرے پر ڈاڑھی ہی نہیں، شکل وصورت ہی مسلمانوں سے مختلف ہے ان کو حوضِ کوثر تک رسائی کیسے ہوگی؟ بدعتیوں کی صورت تو مسلمانوں کی سی ہوگی اس لیے وہ کسی طرح حوضِ کوثر تک پہنچ جائیں گے لیکن قریب پہنچنے پر انہیں دھکیل کر دُور کر دیا جائے گا، اور جن کی صورت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے مختلف ہو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بلائیں گے؟ انہیں دیکھ کر تو کسی قسم کا اشتباہ بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ ڈاڑھی منڈے ابھی سے سوچ لیں کہ اگر خدانخواستہ دُور سے ان کی شکل دیکھ کر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا:

سحقا سحقا.

''انہیں دُور ہٹاؤ دُور ہٹاؤ۔''

لے جاؤ جہنم میں تو کیا بنے گا؟

ڈاڑھی کاٹنا بالاجماع حرام ہے:

ڈاڑھی کترا کر مٹھی سے کم کر دینا باجماع اُمت حرام ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین وائمۂ مجتہدین ودیگر اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں، چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

واما الاخذ منها وهي دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یجزه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم. (فتح القدیر، الدر المختار)

ڈاڑھی ایک مٹھی سے زائد چھوڑنے کی تو گنجائش ہے کہ چھوڑ دیں یا کاٹ دیں مگر ایک مٹھی سے کم کرنے کو دنیا کے کسی عالم نے بھی جائز نہیں کہا یہ تو بالاجماع حرام ہے اور اس کی جو مثال دی وہ بڑی عجیب ہے فرمایا کہ ڈاڑھی کٹا کر مٹھی سے کم کرنا حرام ہے جیسا کہ بعض مغربی لوگ کرتے ہیں۔ آج کے مغربی تو منڈاتے ہیں۔ اس وقت فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں کٹاتے ہوں گے اور وہ بھی بعض لوگ، معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے کفار بھی پوری ڈاڑھی رکھتے تھے۔

دوسری مثال مخنث لوگوں کی دی، یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ عربی کے دو لفظ ہیں اور دونوں کے معنی میں فرق ہے، ایک ہے خنثیٰ، دوسرا مخنث۔ خنثیٰ وہ مخلوق ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت، جسے آپ لوگ ہیجڑا کہتے ہیں۔ اس بے چارے کا تو کوئی قصور نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اسی طرح ہے، یہ پیدائشی طور پر ایسی مخلوق ہے اس کا اپنی خلقت میں کوئی عمل دخل نہیں۔

دوسرا لفظ ہے مخنث، یہ وہ مخلوق ہے جسے اللہ نے مرد بنایا لیکن وہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں وہ اس بات سے سخت پریشان اور بہت نالاں ہے کہ اسے اللہ نے مرد کیوں بنا دیا؟ عورت کیوں نہ بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے تو عورت نہ بنایا لیکن اب وہ خود عورت بننے کی

کوشش کرتا ہے، ڈاڑھی صاف کر کے کپڑا ٹخنے سے لٹکا کر عورتوں کی سی چال ڈھال اختیار کر کے بے چارہ پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح عورتوں میں شامل ہو جائے، مگر نہ اِدھر کا رہتا ہے نہ اُدھر کا ع

ہین مخنث نے تو مردی نے تو زن

''ارے ہیجڑے! نہ تو مرد ہے نہ عورت۔''

اسے کہتے ہیں مخنث۔

ڈاڑھی کٹانے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ مغربی لوگ یعنی اسلام دشمن انگریز یا مخنث قسم کے لوگ جنہیں مردانہ صورت سے اللہ واسطے کا بیر ہے، جن کی مرضی کے خلاف اللہ تعالیٰ نے انہیں مرد بنا دیا لیکن وہ کسی صورت اللہ کی اس تقسیم پر راضی نہیں۔

ڈاڑھی کاٹ کر مُٹھی سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے کوئی عالم بھی اسے جائز نہیں کہتا۔

ضروری تنبیہ:

شریعت کی اصطلاح میں خنثیٰ وہ ہے جس میں مردانہ اور زنانہ علامتیں یکساں طور پر پائی جائیں مثلاً ڈاڑھی بھی نکل آئے اور پستان بھی اُبھر آئیں یا اسی طرح اور متضاد علامتیں پائی جائیں۔ آج کل کے ہیجڑے خنثیٰ نہیں بلکہ مخنث ہیں جو پیدائشی طور پر مرد ہونے کے باوجود بتکلّف عورت بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء و المتشبهات من النساء بالرجال. (بخاری)

عام مردوں کی طرح ان سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا فرض ہے ان کے بقیہ احکام بھی مردوں کی طرح ہیں۔

عقل کا تقاضا:

شرعی حکم سے قطع نظر عقل کی رُو سے بھی سوچیں تو ڈاڑھی مونڈنے یا کاٹنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا، ڈاڑھی ہر مرد کا مردانہ شعار اور اس کی زینت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو چوبیس گھنٹے یہ تسبیح پڑھتی رہتی ہے:

سبحان من زین الرجال باللحیٰ والنساء بالذوائب. (کنوز الحقائق عن المستدرک)

”پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی کے ذریعے اور عورتوں کو سر کے بالوں کے ذریعے زینت بخشی۔“

اللہ تعالیٰ نے تو ڈاڑھی کو مردوں کے لیے اور سر کے بالوں کو عورتوں کے لیے زینت بنایا مگر آج کے یہ مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس زینت پر راضی نہیں، یہ تسبیح پڑھنے والے فرشتے بھی ان کی اُلٹی چال دیکھ کر پریشان ہی ہوتے ہوں گے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کررہے ہیں جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو بالوں سے حُسن بخشا، مگر ہمیں تو دُنیا میں ڈاڑھی والے مرد اور بالوں والی عورتیں خال خال نظر آتی ہیں، یہ نالائق مخلوق اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ حُسن سے کیوں دُور بھاگتی ہے؟ ڈاڑھی کو اللہ تعالیٰ نے کیسی زینت بنایا؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

”کوئی شخص کسی کی ڈاڑھی مونڈ دے اور اس طریقے سے مونڈے کہ آیندہ بال نہ آئیں، مثلاً چہرے پر کوئی ایسی دوا لگادی جس سے بال صاف ہوگئے اور آیندہ کے لیے بھی بال اُگنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تو اس ڈاڑھی مونڈنے والے مجرم پر اتنی بڑی دیت ہے کہ جتنی کسی کے قتل پر آتی ہے۔“

پوری دیت یعنی سو اونٹ! اس نے مسلمان کی شکل بگاڑ کر اسے مثلہ کرکے گویا قتل کا

ارتکاب کیا، لہٰذا اس پر قاتل والی دیت ہے، یوں کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے، کان کاٹ دے ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو آدھی دیت ہے، لیکن ڈاڑھی جیسی نعمت سے محروم کرنے پر پوری دیت ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے کہ عام جانوروں میں ان کے مذکر و مؤنث کے مابین کتنا فرق ہے؟ مثال کے طور پر مرغ اور مرغی کا موازنہ کر لیجیے دونوں پر یکجا نظر ڈالیں تو دیکھتے ہی ہر شخص بے اختیار پکار اٹھے گا کہ مرغ بہت حسین ہے۔ سوچیے کہ اس کے حُسن کا راز کس چیز میں ہے؟ مرغ اور مرغی میں امتیاز کرنے والی چیز کون سی ہے؟ صرف وہ حسین کلغی جس کا تاج اللہ تعالیٰ نے مرغ کے سر پر سجا دیا ہے، مرغ کا حُسن و جمال اور اس کا نکھار صرف چھوٹی سی کلغی سے ہے، یہ کلغی کاٹ دی جائے تو سارا حُسن جاتا رہے گا اور مرغ بہت بدصورت نظر آئے گا۔

ایک بات یاد آ گئی دیکھیے اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو ہدایت کے اسباب بھی کیسے پیدا فرما دیتے ہیں، مجلس میں بہت سے لوگ آتے رہتے ہیں، باتیں سُن جاتے ہیں، بعض خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ پہلی ہی حاضری میں ہدایت دے دیتے ہیں۔ بعض لوگ آتے رہتے ہیں میری کڑوی کسیلی باتیں سنتے رہتے ہیں لیکن آنا نہیں چھوڑتے آخر اللہ تعالیٰ ان کی بھی دستگیری فرماتے ہیں وہ بھی بغاوت سے باز آ جاتے ہیں، بات جو بھی کہتا ہوں دردِ دِل سے کہتا ہوں منشأ اس کا محبت اور خیر خواہی ہے۔ بعض اوقات بات میں تیزی اور ترشی کا پہلو بھی آ جاتا ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ آنے والے بُرا نہیں مناتے سب کچھ سُن لیتے ہیں۔ ابھی چند ماہ کی بات ہے، دو بھائی آئے اور بتایا:

> ’’ہم آپ کی مجلس میں آنے سے بہت کتراتے تھے آخر آہستہ آہستہ آنا شروع ہوئے آپ ڈاڑھی کے بارے میں سخت باتیں کہتے تھے ہم ڈر ڈر کر سُنتے رہتے، آخر اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ہم نے ڈاڑھی رکھ لی، اب ہم

کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں کم ہے اس سے بھی زیادہ کہیں۔“

دردِ دِل سے جو بات کہی جائے ضرور اثر دکھاتی ہے، میرے دِل میں تو آپ لوگوں کا درد ہے کہ یا اللہ! میرے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچالے۔

اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اپنے حالات میں لکھا:

”میں کئی ماہ سے آپ کے وعظ میں آتا تھا، ڈاڑھی پر جب بھی بیان ہوتا سُن کر وقتی طور پر ذرا ندامت طاری ہوتی لیکن گھر جا کر اس کا اثر زائل ہو جاتا لیکن اس بار آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے دل کی کایا پلٹ دی اور ڈاڑھی رکھنا ہی پڑی۔ اس بار آپ نے ڈاڑھی کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ مرغ کا حُسن اور اس کا امتیاز کلغی سے ہے، اگر اس کی کلغی کاٹ دی جائے تو وہ مرغیوں میں شامل ہو جائے گا، کوئی اسے مرغ تصور نہ کرے گا، مرغیاں بھی یہیں سمجھیں گی کہ یہ ہماری بہن ہے، خیر! مرغیوں کا یہ سمجھنا تو اس قدر خطرناک نہیں لیکن کسی مرغ کو یہ شبہہ ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ موٹی سی مرغی پھر رہی ہے اس کا پیچھا شروع کر دیا تو اس کا کیا بنے گا؟ بس یہ مثال دل میں ایسی پیوست ہو گئی کہ ڈاڑھی رکھنی ہی پڑی، اب طے کر لیا ہے کہ آیندہ کبھی نہ کٹاؤں گا۔“

میں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کی ہدایت کا فیصلہ فرماتے ہیں ہدایت کے اسباب خود پیدا فرما دیتے ہیں۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کی شان، کسی کو ہدایت نہ ہو تو قرآن وحدیث سُن کر بھی نہ ہو اور ہدایت مِل جائے تو چھوٹی سی مثال سُن کر بھی مل جائے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ایک بات بیٹھ کر سوچیں کہ جس شخص کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے ہی نفرت ہو گیا ایسے دِل میں ایمان رہ سکتا ہے؟ اگر کوئی بہانہ ساز یہ کہے کہ نہیں نہیں ہمارے دِل میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری ہوئی ہے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے کوئی نفرت نہیں تو آپ

لوگ سوچیں اور بار بار سوچیں اللہ تعالیٰ سوچنے کی توفیق عطاء فرمائیں کہ ایک شخص کے دِل میں کسی کام کی محبت بھی ہے لیکن محبت کے باوجود وہ کام کرتا نہیں حالانکہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کسی قسم کی کوئی مجبوری بھی نہیں کوئی عذر بھی لاحق نہیں جو اس کام سے روک دے، اس کا یہ رویہ دیکھ کر کون باور کرے گا کہ اسے واقعۃً محبت ہے یہ جھوٹ نہیں بولتا؟ اگر ڈاڑھی نہ رکھنے والوں کے دلوں میں واقعۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے محبت ہے کسی قسم کی نفرت نہیں تو ہمیں بتائیں:

’’وہ کون سی طاقت ہے جوان کو ڈاڑھی رکھنے سے روک رہی ہے؟‘‘

میں تو پچاس سال سے یہ سوال دُہرا رہا ہوں:

’’بتاؤ کیا خطرہ ہے؟ کس چیز کا ڈر ہے؟ کیا کسی جلاد نے سر پر تلوار لٹکا رکھی ہے کہ خبردار! اگر ڈاڑھی رکھ لی تو گردن اُڑا دی جائے گی؟ یا کسی نے سینے پر بندوق تان رکھی ہے کہ خبردار! اگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر لی تو ابھی خاتمہ کر دوں گا، سوچ کر بتایئے جب دل میں محبت ہے صورتِ مبارکہ سے نفرت نہیں تو کون سی چیز ہے جو اس محبوب صورت کو اختیار کرنے سے روک رہی ہے؟‘‘

یا یہ کہیں:

’’ہم تو ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں مگر کوئی زبردستی آکر مونڈ جاتا ہے۔‘‘

اگر ایسا ہے تو وہ ڈاڑھی پر ہی کیوں اُسترا چلاتا ہے ناک پر کیوں نہیں چلا دیتا؟ ذرا ان باتوں کو سوچیے۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر ہم نے ڈاڑھی رکھ لی تو بے دین لوگ ہمیں طعنے دیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ رحمٰن کے بندے بنیں گے تو شیطان کے بندے لازماً آپ کا مذاق اُڑائیں گے، آپ تو کس شمار میں ہیں انہوں نے تو اُولُو العزم رسولوں کو معاف نہ کیا ان کا بھی مذاق اُڑاتے رہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ. الآیۃ (۱۳-۳۲)

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ o (۱۵-۱۱)

عام مسلمانوں کا تو مذاق اُڑاتے ہی رہیں گے یہ تو قرآن مجید کی پیش گوئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ o (۸۳-۲۹)

اگر شیطان کے بندوں سے اتنے ہی خوف زدہ ہیں تو ڈاڑھی کیا اسلام کا نام لینا بھی چھوڑ دیجیے، وہ تو اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے، مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہیے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِّ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

کچھ لوگوں نے ڈاڑھی نہ رکھنے کا یہ عذر تراش رکھا ہے:

> ”آج کل بڑی بڑی ڈاڑھیوں والے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، بددیانتی کرتے ہیں، اس سے تو بہتر ہے کہ ہم ڈاڑھی ہی نہ رکھیں اس سے ڈاڑھی کی توہین ہوتی ہے۔“

شیطان بھی کتنا ہوشیار ہے عجیب عجیب پٹیاں پڑھاتا ہے آج کے مسلمان کو کہ ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنے سے تو بہتر ہے کہ ڈاڑھی ہی نہ رکھو لیکن یہاں بھی وہی بات سوچ لیجیے کہ اگر کوئی بدنہاد یہ طعنے دینے لگے:

> ”تم مسلمان ہو کر بھی ایسے ایسے غلط کام کرتے ہو چوری چکاری، جھوٹ، جعل سازی اور فریب دہی سے باز نہیں آتے۔“

تو بتائیے ایسے میں کوئی عقل مند مسلمان ان طعنوں کے خوف سے اسلام ہی سے دست بردار ہو جائے گا یا گناہوں کو چھوڑ دے گا؟ آخر دو کاموں میں سے ایک تو کرنا ہی

ہو گا۔ اگر اغیار کے طعنوں سے کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزاری ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان گناہوں کو ترک کرتا ہے جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں تو یہاں بھی طعنے سُن کر ڈاڑھی پر کیوں غصہ آ جاتا ہے؟

لوگ کہتے ہیں ہم ڈاڑھی کی لاج رکھنے کے لیے اسے صاف کر دیتے ہیں تاکہ کل کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ یہ ڈاڑھی رکھ کر دھوکا دیتا ہے، ڈاڑھی مُنہ پر ہے اور ڈنڈی مارتا ہے اس لیے حیاء وشرم کا اڈہ ہی اُڑا دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوة الاولی اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (بخاری)

ایک وحی ایسی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی پر اُتری جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک وحی ہے نیز اس کے ساتھ عوام کے دلوں میں بھی وہ بات ڈال دی گئی چنانچہ عوام میں مقولہ مشہور ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت.

اور یہ فارسی مقولہ بھی اسی کا ترجمہ ہے:

بے حیا باش وھر چہ خواھی کن۔

”بے حیا بن جاؤ پھر جو جی میں آئے کرتے پھرو۔“

حیا کا جامہ اُتر گیا بس اب ننگے ناچتے رہو، دولتیاں مارو، ٹکریں لگاؤ غرض جو چاہو کرتے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وحی کی بات ہے جو لوگوں کی زبان پر جاری کر دی گئی ہے اب لوگوں نے یہ نیا بہانہ تراش لیا ہے:

”گناہوں کے سبب ڈاڑھی بدنام ہوتی ہے اس لیے اسے صاف ہی کر دو۔“

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ڈاڑھی رکھ کر گناہ چھوڑ دیتے اور ڈاڑھی کی آبرو رکھ لیتے مگر

آج کے مسلمان کی گنگا ہی اُلٹی چلتی ہے اس نے سوچا:

> ”ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنا چھوڑ دو، رشوت چھوڑ دو، سُود چھوڑ دو، یہ چھوڑ دو، وہ چھوڑ دو اس سے تو بہتر ہے کہ اس ڈاڑھی کے جھنجھٹ ہی میں نہ پڑو۔ اسی کی وجہ سے روز روز کے یہ طعنے سُننے پڑتے ہیں کہ ارے! ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بول رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر فریب کر رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر یہ کر رہے ہو اور یہ کر رہے ہو اس لیے یہ حیاء کا اڈا ہی اُڑا دو، جب تک یہ حیاء کا اڈا برقرار رہے مزے چھوٹے رہیں گے طرح طرح کی پابندیاں رہیں گی اور جکڑ بند میں رہو گے، اس لیے دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ یہ حیاء کا اڈا ہی اُڑا دو پھر جو جی میں آئے کرتے رہو۔“

اِن ڈرپوک لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آج تم نے مخلوق کے ڈر سے ڈاڑھی اُتار دی، کل اگر کوئی یہ کہہ دے کہ ارے! اچھے خاصے کپڑے پہنے ہوئے ہو لیکن پاگلوں والے کام کر رہے ہو، تو انہیں چاہیے کہ کپڑے بھی اسی وقت اُتار دیں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں:

> ”اغیار کے طعنوں سے بچنا ہے تو ڈاڑھی کے ساتھ اسلام کو بھی سلام کہہ دو کہ ان کی نگاہ میں سب سے بڑا شہتیر تو اسلام ہی ہے یہ ڈاڑھی وغیرہ تو فروعی احکام ہیں۔“

یہ تو یقین ہے کہ دُشمنانِ اسلام اسلام کو کتنا ہی بدنام کر لیں اس پر اعتراضات کی کیسی ہی بوچھاڑ کریں کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزار اور لاتعلق ہونے کو تیار نہیں بلکہ اغیار کے طعنے سُن کر یہی سوچے گا:

> ”مذہب اسلام تو پاکیزہ مذہب ہے لیکن ہم مسلمان اسلام کی بدنامی اور رُسوائی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔“

یہی بات ڈاڑھی کے بارے میں سوچ لیا کیجیے۔ ڈاڑھی رہنے دیجیے اور ان گناہوں سے باز آجایئے جو آپ کی ڈاڑھی پر بٹا لگاتے ہیں۔ یہ جواب یاد رکھیے کہ یا تو

مخالفین کے طعن وتشنیع سے ہر اچھا کام چھوڑ دیجیے، اسلام کا نام لینا بھی ترک کردیجیے یا یہ کہ طعنے سُن کر اپنا محاسبہ کیجیے اور گناہوں سے باز آجایئے، اس سے اسلام اور ڈاڑھی کی آبرو بھی باقی رہے گی اور آپ کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

ایک اور پہلو سے ڈاڑھی کٹانا تمام گناہوں کی بنسبت زیادہ خطرناک گناہ ہے وہ یہ کہ بقیہ تمام گناہ کسی محدود وقت میں ہوتے ہیں گناہ شروع کیا اور جب تک اس میں مشغول رہے گناہ لکھا جاتا رہا اور جونہی گناہ سے فارغ ہوئے نامۂ اعمال بھی لپیٹ دیا گیا مگر یہ ڈاڑھی کٹانے کا گناہ تو چوبیس گھنٹے ساتھ لگا ہوا ہے، دوسرا کوئی سا گناہ لے لیجیے تھوڑی دیر تک اس کا ارتکاب کیا اور قصہ ختم! لیکن ڈاڑھی منڈا جہاں کہیں ہے جس حال میں ہے یہ گناہ چوبیس گھنٹے اس کے سر پر سوار ہے بازار میں، گھر میں، مسجد میں، نماز میں بھی جبکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑا ہے، حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور مدینہ منورہ میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، غرض سوتے میں، بیداری میں ہمہ وقت یہ گناہ اس پر چپکا ہوا ہے، اسی حال میں موت آگئی تو بھی حالتِ گناہ میں، ایسی باغیوں کی سی موت سے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

دوسری طرف دیکھیے اہلِ محبت کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

ایرانی اور مرزا قتیل:

دِلی کے مشہور شاعر مرزا قتیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء میں بہت اعلیٰ درجے کی نعتیں کہا کرتے تھے، عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا ان کا فارسی کلام کسی ایرانی نے سُنا تو اسے خیال گزرا کہ شاید کوئی بڑے عارف اور صاحبِ نسبت بزرگ ہیں۔ اس لیے ایران سے سفر کرکے دِلی ان کی زیارت کو پہنچا، ان کے گھر جاکر پتا کیا تو گھر والوں نے بتایا کہ مرزا صاحب حجام کی دُکان پر گئے ہیں۔ آج کل تو ڈاڑھی مونڈنے والوں نے پھاوڑے اپنے گھروں پر ہی رکھے ہوئے ہیں مگر اس زمانے میں پھاوڑوں کی یہ گرم

بازاری نہ تھی، ڈاڑھی منڈانے کے لیے حجام کی دُکان پر جانا پڑتا تھا۔ حجام کی دُکان پر گیا وہاں دیکھا کہ عاشقِ رسول شاعر صاحب ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں، یہ گرِیہ نظر دیکھ کر اس کے نادیدہ عاشق بے چارے ایرانی کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور پوچھا:

آغا! ریش می تراشی؟

”اے عاشقِ رسول! یہ کیا؟ ڈاڑھی منڈا رہا ہے؟“

اس نے بھی شاعرانہ انداز سے جواب دیا:

بلے ریش می تراشم و لے دِل کسے نمی خراشم۔

”ہاں ڈاڑھی ہی منڈا رہا ہوں کسی کا دِل تو نہیں دُکھا رہا۔“

وہی بات جو آج کل کے بے دین کہتے ہیں کہ بس دل پاک ہونا چاہیے۔ شاعر صاحب بھی یہی کہنے لگے محبت تو میرے دل میں بھری ہے ڈاڑھی منڈا لی تو کیا فرق پڑا؟ اس کی مثال میں یوں دیا کرتا ہوں کہ کسی نے زرعی زمین بیچنے کا اشتہار دیا کہ میری یہ زمین بہت ہی سرسبز شاداب اور زرخیز ہے۔ خریدار دیکھنے پہنچے تو حیران! کہ یہ تو کہتا تھا کہ پوری زمین سرسبز ہے مگر یہاں سبزہ تو کجا ایک پتی بھی نظر نہیں آرہی، اس سے پوچھا:

”کہاں ہے وہ زرخیز زمین، یہاں تو کچھ نظر نہیں آرہا۔“

وہ کہنے لگا:

”یہی زرخیز زمین ہے جس پر کھڑے ہو لیکن تمہیں نظر نہیں آئے گا، دراصل یہ اندر سے زرخیز ہے اس کی ظاہری صورت پر نہ جاؤ۔“

ان کی سمجھ میں تو کچھ نہ آیا لیکن نیک گمان کرتے ہوئے بولے شاید اس کا مطلب یہ ہے:

”اس زمین پر اگر محنت کی جائے، پانی دے کر ہل چلایا جائے، اچھا تخم ڈالا جائے تو زرخیز ہو جائے گی اچھی پیداوار دے گی۔“

بے چاروں نے یہ بھی کر کے دیکھ لیا مگر وہ بنجر زمین جوں کی توں پڑی ہے، جو تھوڑا بہت تخم ڈالا تھا وہ بھی جل گیا، وہ بے چارے پھر پوچھتے ہیں، مگر یہ ڈھٹائی کے ساتھ اب بھی وہی رٹ لگائے جا رہا ہے:

''زمین اندر سے زرخیز ہے اندر سے۔''

یہی حال ڈاڑھی منڈانے والے عاشقوں کا ہے کہ باہر سے عشق ومحبت کا کوئی اثر نظر آئے یا نہ آئے لیکن دل میں ہے۔ اللہ کے بندو! وہ محبت ہی کیا ہے جو دل میں چھپی رہے اور چہرے مہرے پر کہیں اس کا اثر تک نظر نہ آئے، جو محبّ کو اپنے محبوب کے اتباع پر بھی نہ اُبھار سکے، اس کے اعمال پر اثر انداز نہ ہو۔ یاد رکھیے یہ محبت نہیں فریب ہے، ایسا کھلا ہوا فریب جس کے دام میں کوئی عام شخص بھی نہیں آسکتا، اگر یقین نہ آئے تو کسی شخص کو یہ فریب دے کر دیکھ لیجیے کسی سے کہیے:

''میرے محبوب! میرے دِل رُبا! میں تیری محبت میں مرا جا رہا ہوں پگھلا جا رہا ہوں مگر دیکھ میرے سامنے مت آئیو، یوں تو تیرے پیچھے مرا جا رہا ہوں لیکن تیری صورت دیکھنا گوارا نہیں ؎

ہم فِراقِ یار میں گُھل گُھل کے ہاتھی ہو گئے
اِتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے''

بتایئے! وہ اسے اپنے ساتھ محبت سمجھے گا یا بدترین مذاق؟ کیا وہ اس کا گریبان پکڑ کر پوچھے گا نہیں کہ مجھ سے محبت ہے تو میری صورت سے کیوں نفرت ہے؟ آخر یہ محبت کی کون سی قسم ہے پیار ودلار کی کون سی اداء ہے کہ محبوب کا چہرہ دیکھنا گوارا نہیں، محبوب پہ جفا کار اس کے دشمنوں کا وفا شعار، یہ دوستی نہیں دوستی کے لبادے میں دُشمنی ہے ایسے دوست نما دُشمن سے محبوب پوچھے گا ؎

ساتھ غیروں کے مری قبر پہ آتے کیوں ہو
تم جلاتے ہو مجھے تو جَلاتے کیوں ہو

مرزا قتیل کی بات چل رہی تھی اس نے کہا:

بلے ریش می تراشم ولے دِل کسے نمی خراشم

”ہاں ڈاڑھی ہی مونڈ رہا ہوں کسی کا دِل تو نہیں دُکھا رہا۔“

آگے اس ایرانی کا جواب بھی سنیے! یا اللہ! تجھے تیری اس رحمت کا صدقہ تو اس ایرانی کا جواب ہم سب کے دِلوں کی گہرائی میں اُتار دے۔ وہ بولا:

نادان! دِل سَیدِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی۔

”ارے نادان! تو کہتا ہے میں کسی کا دِل نہیں دُکھا رہا تُو تو دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھا رہا ہے۔

اس ذاتِ والاصفات کا دل زخمی کر رہا ہے جن کی خاطر یہ دونوں جہان پیدا کیے گئے۔

یہ سنتے ہی مرزا قتیل بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجانِ جاں ہمراز کردی

ڈاڑھی کٹانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھتا ہے یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، امت کی بداعمالیوں سے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھتا ہو گا۔

ڈاڑھی منڈے حاجی:

بحمد اللہ تعالیٰ کوئی اہم اور کام کی بات میرے ذہن سے محو نہیں ہوتی، پچاس برس پہلے کا قصہ ہے حج پر گیا ہوا تھا، مکہ مکرمہ میں جہاں میرا قیام تھا وہاں سے مسجدِ حرام آتے جاتے راستے میں کچھ مصری لوگ بیٹھے ملتے تھے، وہ بھی حج پر آئے ہوئے تھے، جب بھی نماز کے لیے گزرتا وہ راستہ میں نظر آجاتے کرسیاں بچھا کر بیٹھے ہوتے تھے، ان میں ایک باریش تھا باقی سب بے ریش، اور یوں لگتا:

”جیسے کئی مرغیوں میں ایک مرغ کہیں سے آ گیا ہو۔“

مجھے رہ رہ کر خیال آتا کہ اس ایک مصری کی بھی ڈاڑھی کیسے باقی رہ گئی؟

اس زمانے میں کسی مصری مرد کے چہرے پر ڈاڑھی اور کسی مصری عورت کے چہرہ پر پردہ یہ دونوں چیزیں عنقاء تھیں، اب تو بہت سے مصری حضرات نے بھی ڈاڑھی رکھ لی ہے۔

جب بار بار یہ خیال آیا تو سوچا کہ اس سے پوچھ ہی لینا چاہیے ورنہ شاید مرتے دم تک یہ بات دل میں کھٹکتی ہی رہے گی، انہیں ذرا مانوس کرنے کے لیے پہلے تو میں نے سلام کے بعد پوچھا:

من این انتم.

’’آپ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔‘‘

معلوم تو تھا ہی ان کی شکل وصورت سے ہی ظاہر ہو رہا تھا مگر پھر بھی پوچھ ہی لیا، وہ بولے:

من مصر.

’’مصر کے رہنے والے ہیں۔‘‘

بس یہ سُنتے ہی بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

کیف بقیت لک لحیۃ وانت مصری.

’’ارے! مصری ہو کر آپ کی ڈاڑھی کیسے رہ گئی؟‘‘

وہ تو بولے نہیں، اس کے ساتھ والے ایک ’’آلو‘‘ نے اشارہ سے کہا۔

یہ ’’آلو‘‘ ہمارے ہاں کی خاص اصطلاح ہے یہ ڈاڑھی منڈے چھلے ہوئے آلو کی طرح لگتے ہیں، ان سے کوئی نفرت نہیں بس محبت میں ’’آلو‘‘ کہہ دیتا ہوں شاید اسی کا کوئی اثر لے لے۔

وہ ڈاڑھی والے مصری خود تو بولے نہیں ساتھ والے ایک ’’آلو‘‘ نے اشارہ سے کہا کہ تم بھی ڈاڑھی صاف کردو۔

مجھے یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا اور اس نالائق کی ایسی درگت بنائی کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ میں نے گفتگو شروع کی تو ان لوگوں نے ایک کرسی مجھے بھی دے دی، میں بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا:

’’آپ لوگ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے آئے ہیں؟‘‘

وہ بولے:

’’ابھی نہیں گئے اب جائیں گے۔‘‘

میں نے کہا:

’’ہرگز نہ جائیں ہرگز نہ جائیں کہیں تم پر اللہ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے، دور بیٹھ کر تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے دِلوں میں نفرت لیے ہوئے تم لوگ اسی کا مذاق اُڑاتے رہے، اب یہی باغیانہ صورت لیے روضۂ اقدس پر جا رہے ہو گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ہمیں تمہاری کچھ پروا نہیں بگاڑ لو جو بگاڑنا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ صورت لے کر پہنچ گئے، ہے تو یہ بھی انتہائی بے حیائی اور جسارت! مگر اب بارگاہِ رسالت میں یہ گستاخی نہ کرنا، تمہاری مثال تو بالکل ایسی ہے کہ ایک باغی باغیوں کا لباس، باغیوں کی صورت لے کر اور بغاوت کا جھنڈا ہاتھ میں تھامے بادشاہ کے محل میں پہنچ جائے اور اسے للکار کر کہے میں ہوں تیرا باغی بگاڑ لے جو بگاڑ سکتا ہے، اس کا جو انجام ہوگا وہ سوچ لو۔ گستاخی خواہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو یا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، بہرحال ناقابلِ معافی جرم ہے، لیکن یاد رکھیے خود اپنی شان میں گستاخی کو وہ گوارا کر لیتے ہیں ایسے شخص کو ڈھیل دے دیتے ہیں مگر ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل دُکھایا جائے ان کی شان میں گستاخی کی جائے اس پر ان کی شانِ قہاری جوش میں

آ جاتی ہے ایسے گستاخ کو وہ مہلت نہیں دیتے۔ مثل مشہور ہے کہ ہاتھی کو کوئی چھیڑے تو بچ سکتا ہے لیکن ہاتھی کے بچے کو چھیڑ دے تو بچنا ممکن نہیں۔''

میں نے انہیں ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل مت دُکھاؤ اور انہیں مرزا قتیل کا قصہ بھی سُنا دیا۔

یہ بے حیاء وہاں جا کر توبہ تو کیا کرتے اور زیادہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں ؎

وہ آثارِ عداوت جو نظر آتے تھے چہرہ پر
خدا کے گھر میں پھر پھر کر مزید اُن کو اُبھار آئے

اسی طرح بے حیاء عورتیں بھی جو برائے نام پردہ کرتی ہیں وہاں جا کر وہ بھی اُتار پھینکتی ہیں۔

جب انسان گناہوں کا خوگر ہوتا ہے تو اس کا وبال اور اس کی نحوست اس کی پوری زندگی پر پڑتی ہے حتیٰ کہ عقل ماؤف ہو جاتی ہے سوچنے کی صلاحیت تک نہیں رہتی۔

دیکھیے! کتنی کھلی بات ہے کہ جس ذات کی صورتِ مبارکہ سے دِل میں نفرت ہو اس کے ساتھ محبت کا دعویٰ کس حد تک صحیح ہے؟ ذرا سوچیے جسے صورت اختیار کرنا ہی گوارا نہیں وہ سیرت کیا اختیار کرے گا؟ اور جہاں نہ صورت ہو نہ سیرت وہاں عشق ومحبت بلکہ دعوائے ایمان کا بھی کیا اعتبار؟ اگر کسی سے سچی محبت ہو تو محب اس کی ہر اداء پر مر مِٹتا ہے۔

بیٹے سے مشابہت سببِ محبت:

ایک شخص کہیں سفر میں جا رہا تھا راستہ میں ایک مکان پڑتا تھا جب پاس سے گزرا تو مکان کے دروازہ سے ایک بڑھیا نے اسے آواز دی کہ بیٹے ذرا میری بات سُن لو، وہ اندر چلا گیا، بڑھیا نے بڑی آؤ بھگت کی، بہت عزت احترام سے پیش آئی، اچھے اچھے کھانے کھلائے آرام بہم پہنچایا اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی پھر کہنے لگیں:

''بیٹا جب بھی تمہارا اِدھر سے گزر ہو مجھ سے مل کر جایا کرو میرے گھر تھوڑی

دیر بیٹھ کر آرام کرلیا کرو۔"

اس نوجوان نے انتہائی تعجب سے پوچھا:

> "میرا آپ سے کوئی تعارف نہیں، رشتہ و تعلق نہیں یونہی سرِ راہ چلتے ہوئے آپ نے مجھے پکڑ لیا اور اس قدر احسانات کرکے زیرِ بار کیا، اور آئندہ پھر آنے کی دعوت دے رہی ہیں آخر ماجرا کیا ہے؟"

بڑھیا بولیں:

> "بیٹا بات یہ ہے کہ میرا فرزند دل بند کئی سال ہو گئے مجھ سے بچھڑا ہوا ہے، اس کی شکل دیکھنے کو ترس گئی ہوں، تیری شکل اس سے کچھ ملتی جلتی ہے اس لیے تجھے دیکھ کر مجھے سکون ملتا ہے، دل کی ڈھارس بندھتی ہے۔"

اس سے اندازہ لگائیں وہ بڑھیا اللہ کی ایک مخلوق ہے، بیٹا بھی اسی جیسی مخلوق ہے، ایک فانی مخلوق کو دوسری مخلوق سے بلکہ اس کی شکل و صورت سے اس قدر محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے کس قدر محبت ہوگی؟ اور محبوب کی صورت اختیار کرنے والوں سے بھی کتنا پیار ہوگا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ کی شبیہ بنانے کا حکم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ عطاء فرمایا کہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک لگائیں آگے اس میں روح میں ڈال دوں گا، اور وہ واقعۃً پرندہ بن جائے گا۔

ذرا سوچیے! کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں تھی کہ مٹی کا پرندہ بنائے بغیر ہی سچ مچ کا پرندہ پیدا فرما دیتے؟ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ بس یونہی ہوا میں پھونک مار دیا کریں پرندے بن بن کر اُڑتے جائیں گے۔ یقیناً اس پر قدرت تھی اور ہے مگر اس سے بھی ایک سبق دینا مقصود تھا کہ صورت بنانا چونکہ آپ کے اختیار میں ہے پہلے وہ بنا لیجیے پھر اس میں روح میں پھونک دوں گا۔

آپ لوگ بھی پہلے ذرا مسلمان کی سی صورت بنالیں پھر اللہ سے یوں دعاء کریں:

"یا اللہ! صورت مسلمان کی میں نے بنالی اب اس میں رُوح تو پھونک دے۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں"

جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر اپنی رسیاں اور چھڑیاں لے کر آئے انہیں پھینکنے کی دیر تھی کہ وہ سب کے سب سانپ بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا پھینکا جو بہت بڑا اژدھا بن گیا اور جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا، یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر ایمان لے آئے، ایمان بھی کتنا پختہ کہ فرعون نے جب دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوادوں گا، تمہیں سولی پر لٹکادوں گا تو وہ للکار کر کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاo (۲۰-۷۲)

ارے مردود! تو کس چیز سے ہمیں ڈرا رہا ہے؟ جو چاہے فیصلہ کردے تو ہمارا کر کیا لے گا؟ زیادہ سے زیادہ ہماری جان لے لے گا دنیوی زندگی ختم کردے گا اندازہ لگایئے دنیوی زندگی کی قدرومنزلت ان کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ رہی تھی، دنیا کی زندگی ختم بھی ہوگئی تو کیا ہوگیا وطن پہنچ جائیں گے، بس اِدھر ایمان لائے اور اُدھر انہیں اتنا اونچا مقام حاصل ہوگیا، وقت کے سب سے بڑے جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ.

ہمارا جو چاہے کرلے، جادوگروں کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطاء فرمایا، مگر ان کے مقابلہ میں فرعون جو سالہا سال موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا بلکہ انہیں اپنی گود میں

www.alhaq.org

پالا راندۂ درگاہ ہی رہا۔ ہوتا تو سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے لیکن حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس کا ایک ظاہری سبب یہ تھا کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں آئے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مقابلہ کا ایک طریقہ تھا شاید اب بھی دنیا میں کہیں اس کا رواج ہو۔ بہرحال اس وقت یہی دستور تھا کہ مقابلہ کے دونوں فریق ایک لباس میں ہوں۔ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو پابند نہ کرسکتے تھے کہ ہمارے جیسا لباس پہنیں اس لیے انہوں نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن لیا، بس لباس میں مشابہت پر ہی اللہ کی رحمت کو جوش آ گیا اور ایک لمحہ میں ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اندازہ لگائیے کہ محبوب کی صورت اختیار کرنے کا کیا اثر ہوتا ہے؟

اب سنیے! جن کے دلوں پر اثر ہوجاتا ہے ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

نیوی کے فوجی افسر کا قصہ:

نیوی کا ایک سپاہی میرے بیان میں آ گیا، پہلی ہی بار آیا اور بے چارہ پھنسا، ڈاڑھی کے بارے میں بیان سُنا اور جا کر اپنے افسر کو درخواست دی کہ میں ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں، یہ ستم بھی دیکھیے کہ رحمٰن کے حکم پر عمل کرنے کے لیے شیطان سے پوچھنا پڑتا ہے، فوج کا قانون ہے کہ افسر سے اجازت لیے بغیر کوئی ڈاڑھی نہیں رکھ سکتا، پہلے تحریری درخواست دو۔ اس نے بھی درخواست دی لیکن افسر نے نامنظور کی، آخر باہمت نوجوان نے بلا اجازت ہی ڈاڑھی رکھ لی جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا، افسر سے سامنا ہونا ہی تھا دیکھتے ہی وہ بولا:

> ”یہ کیا کر دیا؟ تمہیں ڈاڑھی رکھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ابھی فوراً منڈا کر آؤ اور آ کر مجھے دکھاؤ ورنہ گولی سے اُڑا دوں گا۔“

فوج کے قوانین بڑے سخت ہوتے ہیں۔ اب اس سپاہی کا جواب سنیے، اللہ کرے کہ یہ بات دِلوں میں اُتر جائے، اپنے افسر کو رُوبرو جواب دیتا ہے:

> ''یہ گردن تو کٹ سکتی ہے ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔''

وہی جواب جو ایمان لانے والے جادوگروں نے فرعون کو دیا تھا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ.

وہ خودسَر افسر اس جواب کی تاب کہاں لاتا، فوراً اسے فوجی جیل میں بند کر دیا۔ بند کر کے باہر پہرہ بٹھا دیا گیا لیکن قرآن مجید کا اعلان ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً (الآیۃ)(۶۵-۲)

> ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتے ہیں۔''

اسبابِ ظاہرہ کے تحت فوجی جیل میں اس قیدی تک کسی کی بھی رَسائی کا کوئی امکان نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے راہ پیدا فرما دی کہ ایک شخص کسی طرح اس سے ملنے میں کامیاب ہو گیا، اس کے حالات دریافت کیے اور مجھے آکر پورا قصہ سُنا دیا میں نے فتویٰ لکھا:

> ''جس افسر نے اس سپاہی کو جیل میں رکھا ہے اس کا ایمان جاتا رہا وہ مُرتد ہو گیا اب دوبارہ اسلام قبول کرے، اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ٹوٹ گیا دوبارہ نکاح کرے اور اس سپاہی کو فوراً رہا کر دے اور اس سے معافی بھی مانگے، اگر یہ افسر یہ کام نہیں کرتا تو حکومت پر فرض ہے کہ اسے موت کی سزا دے اور یہ سزائے موت بھی عام طریقے سے نہیں عبرت ناک طریقے سے دے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام ذرائع ابلاغ سے اس کا اعلان کرے کہ فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں وقت میں فلاں کھلے میدان میں ایک ایسے مُرتد افسر کو سزائے موت دی جائے گی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُبارک صورت اختیار کرنے پر ایک مسلمان کو سزا دی اور اسلام کے ایک اہم شعار کی توہین کی، پھر وقتِ موعود پر اسے حاضر کر کے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی جائے، اگر حکومتِ پاکستان ایسا اقدام نہیں کرتی تو ایسی بے دین

حکومت کو مسلمانوں پر مُسلّط رہنے کا کوئی حق نہیں، حکومت دنیا و آخرت میں اسلام دُشمنی کے انجامِ بد اور ذلّت و رُسوائی کا انتظار کرے۔“

فتویٰ تو لکھ دیا مگر آگے پہنچانے کا مسئلہ تھا بظاہر اس کا بھی کوئی حل نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دستگیری کی اور یہ لاینحل مسئلہ بھی حل ہو گیا، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھیج دیا وہ فتویٰ حاصل کر کے اس تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے وہ فتویٰ فوج کے بڑے افسروں کو دکھا دیا۔ اس نے لکھا:

”میں جب بھی یہ فتویٰ کسی افسر کو دکھاتا وہ بھیگی بلّی کی طرح بھاگ جاتا۔“

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا رُعب ڈال دیا، آخر مقدمہ کا چکر ختم ہو گیا، جیل سے رہائی مل گئی اور ملازمت بھی بحال ہو گئی، سب معاملات اللہ تعالیٰ نے درست کر دیے، دیکھیے ایک فتویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام لیے۔ مسلمان سپاہی کے تمام مسائل حل ہو گئے اور ساتھ کے ساتھ بد دماغ افسر کا دماغ بھی ٹھیک ہو گیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ! یہاں ”دارالافتاء والارشاد“ میں کسی قسم کی رعایت سے کام نہیں لیا جاتا، اسی قسم کی دوٹوک اور کھری باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ہمارا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کام لے رہے ہیں سب ان کی دستگیری ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس فوجی کی سی ہمت اور اس جیسا جذبہ عطاء فرمائیں کہ کسی بڑے سے بڑے جابر سے بھی مرعوب نہ ہوں کوئی دین میں آڑے آئے تو یہ نعرۂ مستانہ بلند کریں:

”گردن کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔“

ڈاڑھی منڈانے کٹانے کی وبا تو آج کل عالم گیر ہے، کیا مسلمان کیا کافر سب یکساں اس کی لپیٹ میں ہیں، لیکن اس گناہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

ڈاڑھی مُنڈانے کی اِبتداء:

اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کے نتیجے میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ و برباد کیا

ان میں سے ایک کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے کہ وہ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے، دوسرے بعض گناہوں کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، ٹخنے ڈھانکتے تھے، گاتے بجاتے تھے اور بھی بہت سی بُرائیوں میں مبتلا تھے۔ (درِ منثور)

یہ ڈاڑھی کیوں منڈاتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں لڑکوں سے بدفعلی کا مرض عام تھا ان میں جو لوگ یہ کام کراتے تھے وہ ڈاڑھی مونڈ کر رکھتے تھے تا کہ اوباش مردوں کا میلان ان کی طرف باقی رہے، شاید ان میں جو رنڈیوں کی طرح مستقل اس کا پیشہ کرتے ہوں وہ ڈاڑھی منڈاتے ہوں اور جو کبھی کبھار کرتے ہوں وہ ڈاڑھی کٹاتے ہوں۔

لڑکوں سے بدفعلی کی اِبتداء:

اِس ملعون کام کی ابتداء دنیا میں کب سے ہوئی اور کیسے ہوئی؟ سنیئے کسی کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ شیطان حسین لڑکے کی صورت بنا کر کسی باغ میں گھس آیا اور چوری کرنے لگا، باغ کے مالک نے پکڑ لیا لیکن منت سماجت کی تو اس نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر آکر چوری کی اور پکڑے جانے پر منت سماجت کر کے چھوٹ گیا، اسی طرح تیسرے روز، پھر چوتھے روز، غرض بلا ناغہ آکر چوری شروع کر دی، باغ کا مالک بھی تنگ آگیا کہ اس سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ آخر شیطان نے خود یہ تجویز رکھی:

> ''اگر باغ بچانا چاہتے ہو اور یہ خواہش رکھتے ہو کہ یہاں آنا چھوڑ دوں تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ مجھ سے بدفعلی کرو۔''

یہ انوکھی شرط سن کر مالکِ باغ تو ہکا بکا رہ گیا، شیطان بھی طرح طرح سے چکمہ دیتا رہا، آخر اسے آمادگی ظاہر کرنا پڑی، مرتا کیا نہ کرتا، پہلی بار تو ناک منہ بند کر کے اس گٹر میں کُودا، یوں اس لعنت کی ابتداء ہوئی۔ شیطان بھی روزانہ حسین لڑکے کی صورت میں پہنچ جاتا اور ڈرا دھمکا کر اس سے مقصد نکالتا، رفتہ رفتہ اس کی نفرت بھی ختم ہوگئی، ناک منہ بند کرنا چھوڑ دیا، آگے چل کر نفرت کی جگہ رغبت نے لے لی۔ سو جو لوگ شیطان کی

یہ سنت اداء کرنا چاہتے ہیں انہیں ڈاڑھی منڈانا پڑتی ہے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے پر مزید وعیدیں اور تفصیل حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ’’ڈاڑھی منڈانا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا مذاق اُڑانا کفر ہے‘‘ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ’’ڈاڑھی کی شرعی حیثیت‘‘ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ’’ڈاڑھی کی شرعی اہمیت‘‘ میں دیکھیے۔

بے پردگی کا سیلاب:

اب لیجیے دوسرا مسئلہ، پردے کے معاملہ میں بھی مسلمانوں میں وہی بے اعتنائی اور بے توجہی ہے ہر طرف بے حیائی اور کھلی بغاوت کا مظاہرہ ہے۔ ڈاڑھی کٹانے کے مفاسد تفصیل سے بتاچکا ہوں، جو وبال اس گناہ پر ہے وہی وبال بے پردگی پر بھی ہے کہ دونوں ایک نوعیت کے گناہ ہیں، دونوں میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان ہے۔ بلکہ بے پردگی میں ایک بڑی قباحت مزید یہ ہے کہ بقیہ تمام گناہ تو گنہگار انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں لیکن بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں بلکہ ان تمام لوگوں تک پھیلا ہوا ہے جو اس عورت کو بُری نیت سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے دیوث رشتہ داروں پر جو اسے ایسی بے حیائی سے نہیں روکتے گویا اکیلی جہنم میں جانے کی بجائے پوری ایک جماعت کو ساتھ لیے جارہی ہے، اس پہلو سے یہ گناہ اپنی شناعت اور بُرائی میں دوسرے گناہوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اس مسئلہ میں بھی نفس وشیطان نے آج کے مسلمانوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، بظاہر اچھے اچھے سمجھ دار لوگ بھی یہ کہہ دیتے ہیں:

’’بھلا قریبی رشتہ داروں سے کیا پردہ ہے؟‘‘

اور کوئی رسمی پردہ کے بارہ میں کہتا ہے:

’’ہمارے گھر میں تو مکمل پردہ ہے۔‘‘

میں نے ”بظاہر سمجھ دار“ کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ ہیں تو یہ بھی بھٹکے ہوئے، شریعت سے دور، لیکن شکل وصورت سے سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں ورنہ حقیقت میں سمجھ دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہ کرتے۔

یہ بظاہر سمجھ دار اور عقل مند لوگ جنہیں بھلے بُرے کی پوری طرح تمیز ہے، دوست دُشمن کی ٹھیک ٹھیک شناخت ہے ان کی عقلوں پر بھی ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ تعجب سے پوچھتے ہیں:

”کیا قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ ہوتا ہے؟“

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام رشتہ داروں کے نام ایک ایک کر کے گنوا دیے ہیں جن سے عورت کو پردہ نہیں باقی ہر مرد سے اسے پردہ ہے۔

دوسرے یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے اس سے پردہ بھی فرض ہے، یہ تو اتنی موٹی سی حقیقت ہے جسے سمجھنے کے لیے کسی گہرے علم وبصیرت کی بھی ضرورت نہیں، ہر شخص سوچ کر فیصلہ کرلے کہ جب اس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے تو اس سے پردہ کیوں نہیں؟ بات تو دو اور دو چار کی طرح صاف ہے مگر کیا کیا جائے کہ نافرمانی کی نحوست سے عقلیں مسخ ہوگئی ہیں شریعت کی موٹی سی بات سمجھنا بھی دشوار ہورہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ اَغیار کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آگیا تو بس! مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے مسلمان پر فرض ہے کہ سرِ تسلیم خم کردے۔

دوسری بات یہ کہ عقل وقیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کا زیادہ اہتمام کیا جائے اس لیے کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا کہ عورت گھر سے نکلی کسی اجنبی کی نگاہ پڑی اور وہ اس سے لپٹ گیا بلکہ بدکاری کا دروازہ کسی کے بار بار آنے جانے اور

ملنے ملانے سے کُھلتا ہے، بے روک ٹوک کسی کے گھر آنا جانا شروع کیا، وہاں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر مجلس بازی کی، اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے رہے، کھاتے پیتے رہے، ایک دوسرے کے جلوے دیکھتے دکھاتے رہے۔ اس قسم کے میل جول سے بدکاریوں کے دروازے بلکہ پھاٹک کھلتے ہیں۔ اب خود سوچ لیجیے کہ اس قسم کا خطرناک میل جول ناواقف اجنبی لوگوں سے ہوتا ہے یا ان قریبی رشتہ داروں سے جن کے آنے جانے پر کوئی روک نہیں، جن کے لیے گھروں کے دروازے چوپٹ کُھلے ہیں، سو جہاں شدید خطرہ ہے وہاں پردہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے اور جہاں خطرے کا امکان کم ہے وہاں مکمل پردہ، ماتم کرنا چاہیے ایسی عقل پر۔

چہرہ کا پردہ:

اب ایک نئی بات لندن میں آکر سُنی، یہ مغربی ممالک چونکہ بہت ترقی یافتہ ہیں اس لیے ترقی کرتے کرتے اب ان کو ''ریورس گیئر'' لگ گیا ہے، یہ ترقی میں ہیں مگر ان کی ترقی اُلٹی ترقی ہے ترقیٔ معکوس، یہاں نئی اور عجیب بات سُنی ہے:

''بے شک عورتوں کو پردہ ضروری ہے مگر عورت کا چہرہ پردے میں داخل نہیں۔''

سبحان اللہ! کیا کہنے اس انوکھی تحقیق کے، بلکہ نئے انکشاف کے، دل تو چاہتا ہے کہ شیطان کی ان دسیسہ کاریوں کا ایک ایک کر کے جواب دوں مگر بات ذرا مختصر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ساری باتیں آجائیں، یا اللہ! ان مختصر باتوں میں بھی وہی اثر رکھ دے جو مفصل طریقے سے سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ ایک چھوٹی سی مثال سے اس کو سمجھ لیجیے، ان بے دین لوگوں کے ہاں یہ عام رواج ہے کہ جب رشتہ کرنے لگتے ہیں تو لڑکے والوں کو لڑکی کی تصویر بھیجتے ہیں، تصویر پر جو سخت لعنتیں آئی ہیں وہ تو بعد میں بتاؤں گا ابھی ذرا مثال سمجھ لیں، مثلاً لڑکی ٹورنٹو میں ہے اور لڑکا ہے کراچی میں تو یہاں سے لڑکی کی تصویر بھیج دیں گے، سو ایسے موقع پر اگر لڑکی چہرہ کی بجائے باقی سارے جسم کی تصویر بھیج دے تو بتائیے:

”لڑکا یا اس کے والدین یہ رشتہ قبول کریں گے؟“

کبھی نہیں! وہ تو یہی کہیں گے:

> ”اصل دیکھنے کی چیز تو چہرہ ہے وہ تو ہم سے چھپالیا، اس تصویر کو ہم کیا کریں گے؟ خواہ ایسی سینکڑوں تصویریں ہوں ان کو رکھو اپنے پاس ہمیں تو چہرہ دیکھنا ہے۔“

اور اگر چہرے کی تصویر تو بھیج دی باقی جسم کا کچھ بھی نہیں بھیجا تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا کہیں گے ہاں! ٹھیک ہے۔ ایسے ہی اگر لڑکے کی تصویر مانگی جائے مثلاً لڑکا لاہور یا اسلام آباد میں ہے اور بیگم صاحبہ ٹورنٹو میں ہیں دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں، لڑکے نے سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کی تصویر بھیج دی مگر چہرہ چھپالیا تو لڑکی والے قطعاً قبول نہ کریں گے، رُوبرو دیکھنے میں بھی چہرہ ہی دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو دُنیا کی عقل تو ہے دنیا کے معاملے میں بڑے ہوشیار ہیں لیکن دین کے معاملہ میں یہ عقل کام نہیں دیتی اسے ”ریورس گیئر“ لگ جاتا ہے، شادی کے لیے چہرہ کا دیکھنا ضروری ہے لیکن جب آئے پردے کی بات تو اب چہرے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ فتنہ کا مرکز چہرہ ہے، اجنبی نگاہوں کے لیے ساری کشش اور جاذبیت اسی چہرے میں ہے، سو یہ کہنا:

”چہرے کا کوئی پردہ نہیں باقی سارے جسم کا پردہ ہے۔“

کتنی بڑی حماقت ہے، قرآن مجید میں جتنی آیات پردہ کے بارے میں آئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی جتنے ارشادات پردہ کے بارے میں ہیں یہ سب کے سب چہرے سے متعلق ہیں ان سب میں بار بار چہرہ چھپانے کی تاکید ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیویاں جو درحقیقت پوری اُمت کی مائیں ہیں، ان سے متعلق بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صاف صاف حکم ہے:

''جب تم ان سے کوئی چیز پوچھنے آؤ تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو، رُوبرو کھڑے ہوکر مت پوچھو۔''

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتٰعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (۳۳-۵۳)

اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا:

''جب ضرورت کی بات کرو تو آواز میں نرمی مت پیدا کرو کرخت لہجہ میں بات کرو۔''

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ. (۳۳-۳۲)

ذرا سوچیں پوچھنے والے کون؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کا اتنا اونچا مقام کہ ان کے تقدس پر ملائکہ رشک کریں، اللہ کے ایسے مقبول اور برگزیدہ بندے۔ کن سے پوچھ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اور ان سے رشتہ کیا ہے؟ وہ پوری امت کی مائیں ہیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (۳۳-۶)

کیا پوچھ رہے ہیں؟ دین کی بات۔ ان سب باتوں کے باوجود حکم ہوتا ہے کہ نرمی سے بات مت کرو۔

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ کیا اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے یہ احتمال تھا کہ نزاکت سے چبا چبا کر بات کریں گی؟ قطعاً نہیں! اس بات کا تو دُور دُور تک کوئی احتمال نہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ نرمی سے بات نہ کرو، انسان کو روکا تو اس چیز سے جاتا ہے جس کا کوئی احتمال ہو، جس چیز کا احتمال ہی نہ ہو اس سے روکنے کا کیا فائدہ؟

جواب یہ ہے کہ عورت کی آواز میں خلقۃً پیدائشی طور پر جو نرمی پائی جاتی ہے وہ بھی اختیار نہ کریں، جب ضرورت سے بات کرنا پڑے تو بتکلّف آواز میں سختی پیدا کریں۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں ایسی خواتین بھی ہیں جو اپنے حالات میں لکھتی ہیں:

''ہم نے وعظ میں یہ بات سنی تو اس کے بعد سے یہ معمول بنالیا ہے کہ کبھی

کسی غیر محرم سے بات کرنا پڑے تو ایسے سخت لہجے میں بات کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں یہ عورت تو کوئی چڑیل ہے ڈائن ہے، ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ عورت لڑ ہی نہ پڑے۔''

غیر مَردوں سے چڑیل بن کر بات کریں، یہ جو حکم ہے کہ بات میں نرمی نہ اختیار کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کرتے ہوئے آواز میں بتکلّف خشونت اور سختی کا لہجہ پیدا کریں۔

لطیفہ:

ایک لطیفہ یاد آگیا ایک بار صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر ایک اچھے دین دار مولوی صاحب پلیٹ فارم پر کسی سواری کو لینے یا چھوڑنے آئے ہوئے تھے، ریل کے ڈبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ برقع پہنے بیٹھی ہے مگر نقاب اوپر کر کے لوگوں کو جلوے دکھا رہی ہے، مولوی صاحب اس کے پاس گئے، کہنے لگے:

''بی بی! آپ کو سردی لگتی ہے۔''

وہ بولی............''نہیں۔''

لیکن مولوی صاحب اصرار سے کہنے لگے:

''نہیں نہیں بی بی سردی لگتی ہوگی۔''

مولوی صاحب بوڑھے تھے، عورت بولی...... ''بابا! کیا بات ہے؟''

مولوی صاحب نے کہا:

''بات یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصود پردہ ہوتا تو چہرہ پر نقاب ہوتا، لیکن آپ نے نقاب اُلٹا ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سردی لگ رہی ہے اسی لیے برقع پہن رکھا ہے، پردہ آپ کا مقصد نہیں۔''

یہاں مغربی ملکوں میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں کوٹ پہن کر جو باہر نکلتی ہیں تو

سردی کی وجہ سے ورنہ پردہ وردہ تو اس میں ہوتا نہیں۔

پردہ تو چہرہ کا ہے، چہرے کے پردہ کی کس قدر تاکید ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ خطاب فرمایا ہے کہ اپنی اپنی نظریں نیچی رکھیں مردوں کی نظر عورتوں پر اور عورتوں کی نظر مردوں پر نہ پڑے، اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ نظروں کی حفاظت کے بغیر بدکاری سے بچنا مشکل ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ٥ (۲۴-۳۰)

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. الآیۃ (۲۴-۳۱)

ایک بار مشہور نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اس وقت اُمہات المؤمنین میں سے حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن اندر موجود تھیں، صحابی نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیبیوں کو حکم فرمایا کہ ان سے پردہ کرلیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ صحابی نابینا نہیں؟ ان سے پردہ کے کیا معنی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افعمیا وان انتما.

”کیا تم بھی اندھی ہو؟“

الستما تبصرانہ؟ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

”کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو۔“

وہاں تو پردہ کا اتنا اہتمام ہو رہا ہے کہ کسی نابینا اور معذور مرد پر بھی عورت کی نظر نہ پڑے اور یہاں اتنی چھوٹ کہ کوٹ پہن لیا تو بس پردہ ہوگیا۔ شیطان بھی بہت بڑا شریر

ہے اس نے اپنے بندوں کو ایک یہ سبق بھی پڑھا رکھا ہے:

’’چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد سے کوئی پردہ نہیں یہ تو بھائی ہیں، بھائی سے کیا پردہ؟ اور بھلا دیور سے بھی پردہ ہوسکتا ہے؟ وہ تو گلے کا زیور ہے۔‘‘

’’دیور‘‘ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ’’دوسرا شوہر‘‘۔ ایک بھائی کی شادی ہو جائے تو سب بھائیوں کے مزے ہو جاتے ہیں اور بیگم صاحبہ بھی خوش کہ ایک تیر سے کئی شکار۔

’’ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا۔‘‘

کس کس بات کا رونا رویا جائے یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھا، خالو، شوہر کا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا، تقریباً وہ تمام قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے، ان کے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ تو ہمارے اپنے ہی ہیں ان سے کیا خطرہ؟ ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو چلائے ہائے گل میں پکاروں ہائے دِل
بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اگر اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ذرہ عطاء فرمادیں تو دماغ میں عقل بھی آجاتی ہے، یاد رکھیے! دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دماغ میں عقل دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت دِل میں ہوگی تو دِماغ میں بھی عقل آئے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دِل

خالی ہے تو لازماً دماغ بھی عقل سے خالی ہوگا۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں اس کے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ لید بھری ہوئی ہے گوبر بھرا ہوا ہے، اسی لید اور گوبر کو عقل سمجھے بیٹھا ہے۔

ان بے دین لوگوں کی یہ منطق:

> ”چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی ہیں ان سے پردہ کی کیا حاجت؟“

یہ جادو کی ڈبیہ ہے، یہ سارے زاد یُوں تو بھائی ہیں ان سے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر انہی بھائیوں سے شادی بھی کرلیتی ہیں، اگر یہ بھائی تھا تو شادی کیسے جائز ہوگئی؟ یہ جادو کی ڈبیہ ہے ایک طرف دیکھو تو دونوں بھائی بہن ہیں، مگر پلٹ کر دوسری طرف دیکھو تو دونوں میاں بیوی ہیں۔ یک کرشمہ دو کار! اللہ تعالیٰ کی محبت سے جو دِل خالی ہوتا ہے عقل تو اس میں ہوتی ہی نہیں اس کی مت ماردی جاتی ہے، ہاں اگر دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آجائے تو عقل بھی لوٹ آتی ہے اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں۔

ڈاڑھی رکھنے والے فوجی کا قصہ سنایا تھا اب پردہ کے معاملہ میں بھی ایک باہمت خاتون کا قصہ سُن لیجیے۔

انگریزی کی پروفیسر اور شرعی پردہ:

ایک کالج میں انگریزی کی اُستاد نے میرا وعظ ”شرعی پردہ“ پڑھ کر مکمل پردہ کرلیا اور مجھے خط لکھا:

> ”میں نے وعظ ”شرعی پردہ“ پڑھا جس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے مکمل پردہ کرلیا، جب کالج گئی تو برقع اوڑھ کر گئی (وہ بُرقع یہاں لندن والوں جیسا

فیشنی بُرقع نہیں تھا بلکہ مسلمانوں والا بُرقع تھا جس میں چہرہ چھپ جاتا ہے) کالج میں داخل ہوئی تو سامنے سے اس شعبہ کی ''ہیڈ'' مل گئیں، وہ برقع دیکھ کر انگلش میں کہنے لگیں:

''آپ کا دِماغ خراب ہوگیا ہے۔''

میں نے جواب میں کہا:

''دِماغ تو پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہوگیا ہے۔''

واقعۃً اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا دِماغ خراب ہو جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجاتی ہے تو سارا فتور نکل جاتا ہے اور دِماغ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یا اللہ! سب مسلمانوں کے دِماغ ٹھیک کردے۔

اس باہمت خاتون کی ہمت دیکھ کر کالج کے دوسرے کئی شعبوں کی اُستادوں نے بھی پردہ شروع کردیا، اپنی شاگرد لڑکیوں کو بھی چادریں اوڑھادیں، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کالج کی مسموم فضاء میں رہنے والی خاتون کو شرعی پردہ کی توفیق عطاء فرمائی پھر ''ہیڈ'' کی مخالفت اور طنز و تشنیع کے باوجود ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آتی بلکہ روبرو جواب دے کر اس کا منہ بند کرتی ہیں اور ہمت و استقامت دکھا کر دوسری بہت سی خواتین کے لیے بے مثال نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان کو دیکھ کر وہ بھی پردہ شروع کردیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ثابت قدمی سب مسلمانوں کو نصیب فرمادیں۔

پردہ کے بارے میں میری دو کتابیں ہیں، ایک مطبوع وعظ ہے ''شرعی پردہ'' اس سے اللہ تعالیٰ نے بہت کام لیا ہے بے شمار خاندانوں کو بے حیائی کے عذاب اور دنیا و آخرت کی رُسوائی سے بچالیا۔ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقۂ جاریہ بنائیں۔

دوسری تصنیف ہے ''پردۂ شرعی''۔

اس وقت تو میں نے بہت مختصر سا بیان کیا ہے تفصیل ان کتابوں میں دیکھیں۔

۳- مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا:

یہ مرض بھی بہت عام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جہنم کی وعید سنائی ہے:

ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار (بخاری)

یہ گناہ بھی عورتوں سے مشابہت اور نسوانیت کے شوق و رغبت سے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا مگر ان کی عقلوں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا یہ وبال پڑ گیا ہے کہ انہیں عورتیں بننے کا شوق ہے، ایسے مردوں پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال. (بخاری)

۴- تصویر کی لعنت:

تصویر کی حرمت اور اس پر بہت سخت وعیدوں کے بارے میں حدیثیں اتنی زیادہ ہیں کہ صرف ایک کتاب صحیح بخاری میں اس پر مستقل دس باب ہیں جن میں سے اس وقت صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہوں:

عن وھب السوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اٰکل الربوٰا وموکلہ والواشمۃ والمستوشمۃ والمصوّر. (رواہ الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، جسم گودنے والی پر، گدوانے والی پر اور تصویر ساز پر لعنت فرمائی۔“

قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اشد الناس عذاباً عنداللہ المصوّرون.

”قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت ترین عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔“

قال ابوهريرة رضى الله تعالىٰ عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقى فليخلقوا حبة وليخلقوا ذرة الحديث.

”اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو عمل خالقیت میں میرا مقابلہ کرنے لگا، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک ذرہ تو پیدا کر کے دکھائیں۔“

قالت عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها: قدم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من سفر وقد سترت بقرام لى علىٰ سهوة لى فيه تماثيل، فلما راٰه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هتكه وقال اشد الناس عذاباً يوم القيٰمة الذين يضاهون بخلق اللّٰه.

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے طاق پر تصویر دار پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا روزِ قیامت سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفتِ خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی نقل اتارتے ہیں۔“

عن ابى طلحة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لا تدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولاتصاوير.

”جس گھر میں کُتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

عن عائشه رضى اللّٰه تعالىٰ عنها انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فقام النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بالباب فلم يدخل فقلت اتوب الى اللّٰه مما اذنبت. قال ما هذه النمرقة؟ قلت لتجلس عليها وتوسدها، فقال ان اصحاب هٰذه الصّور

یعذّبون یوم القیٰمة یقال لهم احیوا ما خلقتم وانّ الملئكة لا تدخل بیتا فیه الصّور.

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تصویر دار تکیہ خریدا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر رُک گئے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے عرض کیا: مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ میں اپنے گناہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس مقصد سے لیا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت ان تصویر سازوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی مخلوق تصاویر کو زندہ کر دکھاؤ، اور بلاشبہہ فرشتے ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔‘‘

عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال سمعت محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم یقول من صوّر صورة فی الدنیا کلّف یوم القیٰمة ان ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ.

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دُنیا میں تصویر بنائی اسے روزِ قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے گا۔‘‘

نہ روح پھوک سکے گا نہ ہی عذاب میں تخفیف ہوگی۔

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال وعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم جبریل فراث علیه حتیّ اشتد علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فخرج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلقیه فشکا الیه ما وجد فقال له انا لاندخل بیتا فیه صورة ولا کلب.

> ’’حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا مگر وقت پر نہ آئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے رنج وزحمت انتظار کا شکوئی فرمایا، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا جس گھر میں کتا یا تصویر ہو ہم اس میں داخل نہیں ہوتے۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں یہ دونوں چیزیں اس وقت گھر میں آ گئی تھیں، جبریل علیہ السلام نے بتایا تو آپ نے ان کو ہٹوا دیا۔

یہ وعیدیں ہر قسم کی تصویر سے متعلق ہیں خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا درودیوار پر، سکے پر نقش کی جائے یا نوٹوں پر چھاپی جائے، بہر کیف یہ احادیث میں مذکورہ وعیدوں کا مصداق اور حرام ہے۔

جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے جاتے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں سے آئے گی؟

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بچپن کا قصہ ہے کہ کوئی خادم آپ کو اٹھائے لے جا رہا تھا، اس سے اندازہ کر لیجیے کتنی عمر ہوگی؟ بالکل کمسن بچے ہی تھے لیکن گھر کے پاکیزہ ماحول اور بڑوں کی تربیت کا اثر دیکھیے، سامنے ایک شخص آ گیا جو ہاتھ میں کتا لیے جا رہا تھا، معصوم بچے نے اسے ٹوکا کہ یہ کتا کیوں لیے پھرتے ہو؟ یہاں (مغربی ممالک میں) تو ہر طرف کتے ہی کتے نظر آتے ہیں، کتوں کا راج ہے، اس لیے رحمت کے کسی فرشتے کا کہیں گزر بھی نہ ہوتا ہوگا، جدھر نظر اُٹھاؤ یوں لگتا ہے کہ یہاں کتے ہی بستے ہیں۔

اس پر ایک قصہ یاد آیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے کوئی مرید خرگوش شکار کر کے لایا، حضرت کی خدمت میں پیش کیا، اتفاق سے پاس ایک شیعہ بھی بیٹھا تھا ایک کتا وہاں سے گزرا، خرگوش کے قریب آ کر ڈر کے مارے پیچھے کو ہٹ گیا، شیعہ مذہب میں چونکہ خرگوش حرام ہے اس لیے شیعہ نے چوٹ کی، بولا مولانا! آپ وہ چیز کھاتے ہیں جسے کتا بھی نہ کھائے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقد جواب دیا، مگر کمال یہ کہ جواب میں کوئی نئی بات کرنے کی بجائے اسی رافضی کا جملہ دُہرا دیا، فرمایا ہاں! درست کہتے ہو کہ اسے ہم ہی کھاتے ہیں کتے نہیں کھاتے (شیعہ نہیں کھاتے)

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا یہ کتا کیوں پالا ہے؟ وہ بولا اس میں کون سا گناہ ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے حدیث سنائی:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا۔“

رحمت کا لفظ نہیں کہا صرف فرشتہ کہا، بعض احادیث میں بھی ایسا ہی آیا ہے لیکن مراد رحمت کے فرشتے ہیں، وہ احمق بولا:

”اسی لیے تو یہ کتا پالا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ کبھی فرشتہ آئے گا نہ میں مروں گا۔“

اس شیطان کے بندے نے اپنے خیال میں بڑا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ فرشتہ کبھی آئے گا ہی نہیں تو مروں گا کیسے؟ لیکن معصوم بچے کا جواب بھی سنیے، بات یہ ہے کہ دل میں اللہ کی سچی محبت ہو تو کمسنی میں بھی عقل کامل ہوتی ہے اور گناہوں کی نحوست سے بڑوں کی عقل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے، شاہ صاحب نے فرمایا:

”اگر یہی بات ہے تو ایک دن اس کتے کو بھی تو مرنا ہے، بس جو فرشتہ اس کتے کی جان نکالے گا تیری جان بھی وہی نکالے گا گویا تو کتے کی موت مرے گا۔“

کُشتی دیکھنے کا شوق:

ایک بار ایک شخص کے مکان میں جانے کا اتفاق ہوا، ویسے تو میرا معمول ہے کہ کسی بھی مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس کے چاروں طرف نظر دوڑا لیتا ہوں کہیں اس میں ایسی چیز تو نہیں رکھی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی لعنت کا سبب ہو اگر ایسی چیز ہو تو پہلے اس کو ہٹوا دیتا ہوں پھر بیٹھتا ہوں لیکن اس مکان میں جاتے ہوئے یہ خیال نہ رہا، مکان میں بیٹھتے ہی ایک جانب تصویریں لٹکی ہوئی نظر آ گئیں دوسری جانب بیت اللہ کا نقشہ لٹکا ہوا ہے، میں نے صاحبِ مکان سے کہا:

”آپ کشتی دیکھنے کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔“

وہ بولے:........... ”مجھے تو ایسا کوئی شوق نہیں۔“

میں نے کہا:

”نہیں، نہیں! آپ تو بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔“

جب میں نے کئی بار یہ بات دہرائی اور وہ بھی انکار ہی کرتے رہے تو میں نے کہا:

> ”دیکھیے ایک طرف تو آپ نے لعنت اور عذاب کے فرشتوں کو دعوت دے رکھی ہے، مگر دوسری جانب رحمت کے فرشتے بھی بلا رکھے ہیں، معلوم ہوتا ہے فرشتوں کو لڑا کر کُشتی دیکھنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔“

انہوں نے تصویریں ہٹا دیں، یہ بات تو میں نے انہیں سمجھانے کے انداز میں کہہ دی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف فرما ہوں وہاں بھی جبریل علیہ السلام وعدہ کے باوجود نہیں آتے تو ایسی جگہ رحمت کے فرشتے کیوں کر آئیں گے؟ خواہ بیت اللہ کے ہزاروں نقشے ہی لٹکا لیں اس سے کچھ نہیں ہوتا، اُصول تو یہ ہے کہ جس جگہ جان دار کی صرف ایک تصویر ہو گی وہاں بھی رحمت کا کوئی فرشتہ نہیں آئے گا، یہ کُشتی لڑانے والی بات یونہی مزاح میں کہہ دی، یہ حقیقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی جبریل علیہ السلام نہیں آتے صرف اس لیے کہ کتے کا ایک بچہ غیر شعوری طور پر مکان میں گھس آیا تو خود سوچیے جہاں پورا مکان ہی تصویروں سے اٹا ہوا ہو لعنت کی ایسی بھرمار ہو وہاں رحمت کے کسی فرشتہ کا گزر کیوں کر ہوگا؟

جہالت کا وبال:

بہت سے مسلمانوں کو یہ پتا ہی نہیں کہ یہ تصویر کتنی بڑی لعنت ہے، ایک فوٹو گرافر میرے پاس آئے اور کہنے لگے:

> ”مجھے تو علم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے میں تو اس کاروبار کو جائز سمجھتا تھا لیکن آج آپ کے بتانے پر پتا چلا کہ یہ حرام ہے مجھے کیا پڑی کہ اتنا بڑا گناہ اپنے سر لوں؟ مجھے تو مزدوری کرنا ہے، مزدوری کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے جب مقصد محنت ومشقت اور مزدوری ہی ہے تو حرام کی مزدوری کیوں کروں؟ بیوی بچوں کے پیٹ میں حرام کیوں ڈالوں؟ اس کی بجائے میں حلال کی مزدوری کیوں نہ کرلوں؟“

یہ قصہ میں نے اس لیے بتادیا کہ بے چارے عوام میں اب تک کئی لوگوں کو علم ہی نہیں کہ وہ کتنے بڑے گناہ کا شکار ہیں؟ اگر گناہوں سے متعلق ان کو مناسب انداز سے وعیدیں سنائی جائیں تو اس طریقے سے وہ راہِ راست پر آسکتے ہیں۔

تصویر کی حرمت کے دلائل پر میں نے ایک مستقل مفصل رسالہ لکھوایا ہے۔

ٹی وی کی لعنت:

یہ ٹی وی کی لعنت جو آج گھر گھر پھیل گئی ہے میں اسے ”ٹی بی“ کا نام دیتا ہوں یہ ٹی وی نہیں حقیقت میں ”ٹی بی“ ہے، جسم وجان کے لیے بھی ٹی بی، دین وایمان کے لیے بھی ٹی بی، دُنیا وآخرت دونوں تباہ۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرٰنُ الْمُبِیْنُ. (۲۲-۱۱)

اس ''ٹی بی'' کے نقصان تو بے شمار ہیں، اس معاشرہ میں رونما ہونے والے لاتعداد واقعات اس کے شاہد ہیں۔ میں مختصراً دو قصے بتاتا ہوں جو میرے سامنے گزرے۔

لڑکی اندھی ہوگئی:

جب میں نے چشمہ بنوایا تو آنکھوں کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس معاینہ کروانے گیا۔ علماء کو اپنی صحت کا بالخصوص آنکھوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے، ایک عالم اور مفتی کی نظر تو بہت قیمتی چیز ہے، اس میں ذرا سی غفلت بھی بہت نقصان دِہ ثابت ہوتی ہے۔

میں ڈاکٹر کے پاس گیا اسی دوران کچھ لوگ ایک چھوٹی سی لڑکی لے آئے ۸، ۹ سال کی عمر ہوگی، ڈاکٹر نے اس کا بھی معاینہ کیا اور بتایا:

> ''یہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر اندھی ہو رہی ہے اگر اب بھی ٹی وی دیکھنا بند نہ کیا تو مکمل طور پر اندھی ہو جائے گی۔''

سائنس کا فیصلہ:

یہ تو میرے سامنے کی بات ہے اس سے پہلے ایک سائنس دان کا مضمون بھی میں نے خود پڑھا کہ ٹی وی اگر ایک کمرے میں چل رہا ہو تو اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی صحت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، اس کمرے کا تو کیا کہنا دوسرے کمرے تک بھی اس کا اثر جاتا ہے۔

دِماغ کی رَگ پھٹ گئی:

ایک شخص نے بتایا کہ ان کے خاندان میں ایک لڑکی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی، اَمراضِ دماغ کے ماہر اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے معاینہ کر کے بتایا:

> ''لڑکی کی یہ رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے۔''

جس کے دماغ کی رگ ہی پھٹ گئی اس کے زندہ رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لڑکی کی جان لے کر ہی چھوڑی۔ خود سوچ لیجیے کہ ’’ٹی بی‘‘ ہے یا نہیں؟ دوسرے بہت سے گناہوں کی طرح ’’ٹی بی‘‘ سے متعلق بھی نفس وشیطان نے لوگوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، جیسے پردہ سے متعلق لوگوں کی باتیں بتا چکا ہوں:

> ’’پردہ بہت ضروری ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، مگر ہے فقط دُور کے رشتہ داروں سے، قریبی لوگوں سے کوئی حجاب نہیں، کوئی شرم نہیں۔‘‘

ٹی بی سے متعلق بھی بعض ’’بظاہر سمجھ دار‘‘ قسم کے لوگ بھی یہ بحث چھیڑ دیتے ہیں:

> ’’اس میں نقصان تو واقعۃً ہے لیکن اگر دیکھنے والا احتیاط سے کام لے، گانے نہ سنے، عورتوں کی تصویریں نہ دیکھے، اور بھی کسی قسم کا فحش پروگرام نہ دیکھے اور زیادہ دیر بھی نہ دیکھے، اپنی صحت کا خیال رکھے تو ان شرطوں سے دیکھنے میں کوئی مضایقہ نہیں، بلکہ فائدے ہیں، بہت سی معلومات ملتی ہیں۔‘‘

ان لوگوں سے متعلق ’’بظاہر سمجھ دار‘‘ کا لفظ میں نے استعمال کیا ہے بباطن یہ بے سمجھ اور کور عقل ہیں، اگر واقعۃً سمجھ دار اور عاقل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاتے، اس کے لیے ایسے چور دروازے نہ کھولتے، ان کی اس لاحاصل تقریر کا خلاصہ یہ کہ ’’ٹی بی‘‘ دیکھتے رہو مگر احتیاط سے، حالانکہ یہ سراسر غلط اور مہلک نظریہ ہے، خود مشاہدات اس کی تکذیب کر رہے ہیں، ہزاروں لاکھوں ’’ٹی وی پرستاروں‘‘ میں بھی کوئی اس کی پابندی نہیں کرتا، بلکہ خود یہ لوگ بھی جو احتیاط کا درس دیتے ہیں ایسی احتیاط نہیں کرتے، اور کر بھی نہیں سکتے۔ آخر کریں گے بھی کیوں کر؟ مثلاً انہوں نے درس دے دے کر لوگوں کو قائل کرلیا کہ روزانہ ایک گھنٹہ سے زیادہ ’’ٹی وی‘‘ دیکھنا سخت نقصان دہ ہے لوگوں نے بھی ان سے اتفاق کرلیا اور احتیاط کا وعدہ کرلیا، مگر اس کے بعد ہی ایک ٹی وی ڈرامہ شروع ہوگیا جو مسلسل تین گھنٹے چلتا ہے تو بتائیے:

> ’’ان سے احتیاط کا وعدہ کرنے والوں میں کون سا احمق ہے جو درمیان سے

ڈرامہ چھوڑ کر اُٹھ جائے۔"

یہ لوگ خود بھی اُٹھنا گوارا نہ کریں گے، سو یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے:

"جس شخص کو بھی اس ٹی بی کی لت پڑ گئی وہ جان لے کر ہی چھوڑے گی۔"

تجربہ بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ اس قسم کی حدود و قیود کی کوئی شخص بھی رعایت نہیں رکھتا، آپ نے کسی چیز کی اجازت دی مگر دس شرطوں کے ساتھ، تو عوام صرف اجازت کا لفظ یاد کر لیں گے بلکہ پلے باندھ لیں گے اور شرطیں سب کی سب اُڑا دیں گے، کوئی ایک شخص بھی کسی ایک شرط کی بھی رعایت نہ کرے گا، اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا ہے تو اس کی بغاوت سے باز آ جائیے توبہ کر لیجیے اس قسم کی واہیات تقریر سے گمراہی ہی پھیلے گی نافرمانیوں میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

ایک مریدنی کا قصہ:

عوام کی حالت تو یہ ہے کہ ایک خاتون بیس سال سے مجھ سے بیعت تھیں، مگر جوں ہی کسی مولوی کی یہ بے ہودہ تقریر سنی شوہر کے سر ہو گئی کہ مجھے بھی ٹی وی خرید دو، اس نے بہت سمجھایا اس کے نقصان بتائے مگر نہیں مانیں، اسے یہ تقریر ایسی دل کو لگی کہ ٹی وی لے کر ہی چھوڑا۔ میں نے اس کی بیعت ختم کر دی۔ مگر پروا نہیں پیر ناراض ہو، شوہر رو کے بلکہ اللہ بھی روٹھ جائے، سب کو چلتا کرو، شروع میں تو مولوی کی تقریر کا حوالہ کہ ان شرطوں سے ٹی وی دیکھنا جائز ہے مگر جب ٹی وی آ گیا تو سب شرطیں رخصت! کوئی مولوی ایسی بات کرے تو اس پر قطعاً کان نہ دھریے، کوئی عالم باعمل مستند مولوی تو ایسی بات کبھی نہ کرے گا، کسی مولوی نما بہروپیے سے بھی دھوکا نہ کھائیے، جو لوگ اس قسم کی باتیں کر کے عوام کا دین خراب کرتے ہیں وہ سوچ لیں کتنا بڑا وبال اپنے سر لے رہے ہیں، لوگوں کا جس قدر دین خراب ہوگا، نمازیں برباد ہوں گی، وقت ضائع ہوگا، تصویر،

گانا بجانا اور ٹی وی کے دوسرے گناہوں میں ابتلاء ہوگا، جتنے لوگوں کی صحت کا دیوالہ نکلے گا، اندھے ہوں گے، دماغ کی رگیں پھٹیں گی، پھر ان مریضوں سے یہ متعدی مرض جہاں جہاں تک نسل درنسل منتقل ہوگا، یہ گناہوں کے سارے انبار اس شخص کے سر بھی ڈال دیئے جائیں گے، جو ٹی وی سے متعلق اس قسم کی تقریر کر کے لوگوں کو اس گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں پھر سُن لیجیے کہ عوام اس قسم کی شرطوں کو خاطر میں نہیں لاتے آپ کسی چیز کی مشروط اجازت دیں، تاکید کے ساتھ دس شرطیں بیان کر دیں، دس چھوڑ کر سو شرطیں لگا دیں مگر کوئی شخص بھی ان شرطوں کی رعایت نہ کرے گا، بس اتنا یاد رکھیں گے کہ فلاں مولوی صاحب نے اس کام کی اجازت دے دی ہے، اس ’’ٹی بی‘‘ کی بیماری سے خود بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اس معاملہ میں ذرہ بھر لچک یا نرمی روا نہ رکھیں۔

تنبیہ:

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتے ہیں، ٹی وی دیکھنے سے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے تو وہ اس نجاست کو بیچ دیتے ہیں یا کسی کو ہدیہ دے دیتے ہیں، خوب سمجھ لیں کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں، اس مجسمۂ نجاست سے ملنے والی رقم بھی حرام ہے، دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے اس شیطان کا علاج صرف یہی ہے کہ اسے تباہ کر دیا جائے، بہتر یہ ہے کہ اعلان کر کے بہت بڑے مجمع میں اس ’’بڑے شیطان‘‘ کو سنگسار کیا جائے پتھر مار مار کر تہس نہس کر دیا جائے، اللہ کے بہت سے بندے یہ جہاد کر کے دوسروں کو بھی سبق دے رہے ہیں، توڑنے کے بعد اس کی میت کو جلاتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب مسلمانوں کو عبرت کی آنکھ عطاء فرمائیں۔

ٹی وی کے دنیوی و اُخروی مفاسد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے میرا رسالہ ’’ٹی وی کا زہر‘‘ دیکھیں۔

گانا بجانا:

گانے بجانے اور سننے کے بارے میں حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

الغناء رقیة الزنا (الکشف الالٰہی)

”گانا زنا کا منتر ہے۔“

یہ ایک گناہ نہیں بلکہ کئی گناہوں کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی حرمت بیان فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر بہت سخت وعیدیں سنائی ہیں جن کی تفصیل میرے رسالہ ”گانے بجانے کی حرمت“ میں ہے۔

سُود کی لعنت:

یہ بھی بہت بڑی بغاوت ہے، سودی لین دین بینک کے ذریعہ ہو یا انشورنس کمپنی کے ذریعہ، سود کھانے کھلانے کی جتنی صورتیں ہیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، سب کی سب قطعی حرام ہیں۔ جو لوگ اس گناہ میں براہِ راست ملوث ہیں یا کسی بھی درجہ میں اس میں دخیل ہیں ان سب کے لیے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور اعلانِ جنگ بھی معمولی انداز سے نہیں بلکہ ایسا ناصحانہ و مشفقانہ انداز اختیار فرمایا کہ اگر کسی دل میں ذرا بھی ایمانی رمق اور اسلامی غیرت ہو تو وہ اس حرام خوری سے باز آجائے۔ چنانچہ فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(۲-۲۷۸،۲۷۹)

اس مقام میں پانچ مختلف انداز اختیار فرمائے۔

① محبت کا انجکشن، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

یعنی اگر ایمان دار ہو، محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو آگے مذکور حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

② تنبیہ، **اِتَّقُوا اللّٰہَ.**

یعنی اگر دعوائے ایمان میں کچھ نقص ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو تو اِن شاء اللہ حکم پر عمل آسان ہو جائے گا۔

③ حکم، **وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا.**

سُود خوری سے توبہ کرلو۔

④ محبت کا انجکشن، **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.**

حکم کو آسان کرنے کے لیے ایک بار پھر یہ بات سوچ لو کہ تم نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔

⑤ دھمکی، **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.**

اگر کسی طرح بھی تمہاری کھوپڑی میں بات نہیں اُترتی تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن لو۔

یوں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ پر اعلان جنگ نہیں فرمایا، جنگ تو حربی کافر سے ہوتی ہے، مسلمان سے نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے سُود خور مسلمانوں سے بھی وہی اعلان فرمایا جو حربی کافروں کے لیے ہے کہ اس گناہ سے باز آجاؤ، سُود کھانا چھوڑ دو، ہمارے بندے بن جاؤ، ورنہ آخرت کا وبال تو ہے ہی دنیا میں بھی تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا صاف صاف اعلان جنگ ہے، باز نہیں آتے تو تمہاری گردنیں اڑادی جائیں گی، اللہ کی زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے پاک کردیا جائے گا۔

یہ تو تھا قرآن کا اعلان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”سُود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔“ (احمد، طبرانی، کبیر واَوسط)

ایک دِرہم ساڑھے تین گرام چاندی کا ہوتا ہے اور فرمایا:

”سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں چھوٹی سے چھوٹی خرابی ایسی ہے جیسے کوئی

اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔'' (حاکم علیٰ شرط الصحیحین)

آج کل صرف اتنا ہی نہیں کہ اس گناہ کی ہر طرف گرم بازاری ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ اس لعنت کو باعثِ عزت و افتخار سمجھا جاتا ہے، بڑے فخر سے کہتے ہیں:

''ہمارا ابا، ہمارا بیٹا بینک منیجر ہے۔''

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کئی لوگ گندگی کھانے میں مقابلہ شروع کر دیں، جو سب سے زیادہ کھا جائے وہ فخر سے گردن اٹھا کر اعلان کرے:

''میں اتنے کلو پاخانہ کھا گیا ہوں، اس مقابلہ میں سب کو مات دے گیا ہوں۔''

مثال تو بھونڈی سی ہے مگر ہے سودخوروں کے بالکل حسبِ حال، پاخانہ بھی نجس ہے مگر اس کی نجاست سود سے کم درجہ کی ہے اور دیکھیے زنا کیسا بدترین اور گھناؤنا گناہ ہے مگر سود اس سے بھی چھتیس گنا بڑا گناہ ہے، اور ماں سے زنا کا تو کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا، سودخوروں کو یہ سب کچھ گوارا ہے لیکن یہ ایک گناہ چھوڑنا کسی صورت گوارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کو ہدایت دیں۔

حرام خوری پر وعیدیں:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝ (۲-۲۷۵)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر (حیران و مدہوش) یہ (سزا) اس لیے ہوگی کہ ان لوگوں نے

کہا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پاس اُس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ (حکم آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ جہنم میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ به. (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پیدا ہوا وہ جنت میں نہ جائے گا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا جہنم کی آگ کا مستحق ہے۔“

عن ابی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لایدخل الجنة جسد غذی بالحرام. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جسم حرام سے غذاء دیا گیا تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال من اشتریٰ ثوبا بعشرة دراهم وفیه درهم حرام لم یقبل اللّٰه له صلوٰة مادام علیه ثم ادخل اصبعیه فی اذنیه وقال صمتا ان لم یکن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم سمعته یقوله. (رواہ احمد)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے دس درہموں کے عوض کپڑا خریدا حالانکہ ان میں ایک درہم حرام تھا تو جب تک یہ کپڑا اس

پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ فرمائیں گے، پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے نہ سُنا ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔“

ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ من کسب مالاً من حرام فاعتق منہ ووصل منہ رحمہ کان ذلک اصرا. للکبیر بضعف
(جمع الفوائد)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حرام سے کچھ مال کمایا پھر اس سے غلام آزاد کیا اور اس سے صلہ رحمی کی تو یہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔“

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بی علیٰ قوم بطونھم کالبیوت فیھا الحیات تریٰ من خارج بطونھم فقلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء اکلۃ الربا وفی روایۃ من امتک. (رواہ احمد وابن ماجہ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ایک ایسے گروہ پر گزرا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے تھے، میں نے کہا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔“

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء. (رواہ البخاری ومسلم ولفظہ لمسلم)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، کھلانے

والے پر، سود کا معاملہ لکھنے والے پر اور سود کے معاملہ کے دونوں گواہوں پر، اور فرمایا کہ گناہ میں وہ سب برابر ہیں۔“

عن عبداللّٰه بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الربا ثلاثة وسبعون بابا ايسرها مثل ان ينكح الرجل امه (المستدرک ص ۳۷ ج ۲)

قال الحاكم رحمه الله تعالىٰ هٰذا حديث صحيح على شرط الشيخين.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔“

عن عبدالله بن حنظلة غسيل الملٰئكة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم درهم ربوٰا ياكله الرجل وهو يعلم اشد من ستة وثلٰثين زنية. (رواہ احمد والدار قطنی)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جسے کوئی شخص جانتے ہوئے کھاتا ہے چھتیس زنا سے بھی بدتر ہے۔“

سود سے متعلق مزید تفصیل میرے رسالہ ”سود خور سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلانِ جنگ“ میں ہے۔

غیبت کا عذاب:

غیبت کرنے اور سننے کا مشغلہ بھی ان گناہوں میں سرفہرست ہے جنہیں آج کے مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے آج بدقسمتی سے یہ گناہ ہماری مجلسوں کا جزء لاینفک بن چکا ہے، غیبت کے بغیر گویا محفلیں بے رونق اور پھیکی ہیں اس لیے جہاں بھی دو شخص مل بیٹھیں گے کسی تیسرے کی غیبت شروع کردیں گے، اور مزے لے لے کر

کریں گے، اس طرف خیال تک نہیں جاتا کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں، ایک تو علانیہ گناہ دوسرے اس کے گناہ ہونے کا احساس تک نہیں، گناہوں کی فہرست سے ہی اسے نکال ڈالا، گناہوں پر گناہ کا اِرتکاب ستم بالائے ستم! اللہ تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے کہ غیبت کرنے والا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ ایک تو کسی عام انسان کا گوشت کھانا کتنا بدترین جرم ہے پھر اپنے سگے بھائی کا گوشت اور وہ بھی مردہ بھائی، ذرا تصور تو کیجیے کسی کا بھائی مر گیا، ماتم بپا ہے گھر بھر میں کہرام مچا ہوا ہے، مگر یہ درندہ چھری لے کر مردہ بھائی کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے اور مسلسل کھائے جا رہا ہے ڈکار تک نہیں لیتا۔ یہ ہے اس گناہ کی حقیقت!

غیبت زنا سے بھی بدتر ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الغیبة اشد من الزنا (دیلمی)

’’غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔‘‘

اگرچہ اس روایت کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تخریج حدیث دیلمی میں اس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسنداً ذکر فرمایا ہے اور یہ روایت اُصولِ شریعت اور عقل کے بھی موافق ہے۔

عقلی لحاظ سے بھی غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی کئی وجوہ ہیں:

① غیبت حبِ جاہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور زنا حبِ باہ کی وجہ سے اور حبِّ جاہ حبِّ باہ سے کئی گنا زیادہ مہلک ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اور کبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ کبریائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ. (۴۶-۳۷)

’’اور بڑائی تو صرف اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین میں۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر

(رواہ مسلم)

’’جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر کبر ہو۔‘‘

غیبت کرنے والے کی نظر دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے اسے اپنے عیوب کی طرف توجہ نہیں رہتی، اس لیے ان کی اصلاح کی فکر ہی نہیں رہتی جس کی اپنے عیوب پر نظر رہتی ہے اور ان کی اصلاح کی فکر رہتی ہے وہ تو ہر وقت اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے اور ڈوبا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کل قیامت میں میرا کیا بنے گا، میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے دل میں دوسرے کا خیال تو آ ہی نہیں سکتا ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

دوسروں کی عیب جوئی کے ایک مریض نے ایک بار حکومت کے عہدہ داروں کے بارے میں یہ مصراع پڑھا ع

ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا

ہر شخص سیاسی مبصر بنا بیٹھا ہے، دوسروں کے عیوب پر نظر رہتی ہے، اپنے عیوب کی طرف کوئی توجہ نہیں، میں نے ان سے کہا:

’’اپنے بارے میں بھی یہ سوچ لیا کریں کہ میں بھی ایک شاخ کا اُلو ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کرلیا کریں یا اللہ! میرے حالات تو ہیں اُلو جیسے

لیکن تیری رحمت بہت وسیع ہے میرے ان حالات کو اپنے بندوں کے حالات جیسے بنادے۔“

ایک دن ہم فتح باغ سے تفریح کے بعد واپس آرہے تھے سامنے سے ایک گدھا گاڑی آتی دکھائی دی جس میں دو گدھے لگے ہوئے تھے وہ دونوں دور ہی سے زور زور سے چیخنے لگے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

”یہ گدھے تو ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہی ہو، اس لیے کہ گدھا عموماً اس وقت رینکتا ہے جب اسے کوئی دوسرا گدھا نظر آتا ہے، لہٰذا ذرا اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کر کے انسان بننے کی کوشش کریں۔“

② غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی دوسری وجہ یہ کہ زنا خفیہ گناہ ہے اور غیبت سب کے سامنے علانیہ کی جاتی ہے، اور جو گناہ علانیہ کیا جائے وہ پوشیدہ گناہ سے زیادہ برا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ (صحیح بخاری)

”میری پوری امت لائق عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔“

③ زنا سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے، بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہوئی تو کم سے کم اقراری مجرم تو ہے، خود کو گنہگار تو سمجھتا ہے، شاید اسی عجز وانکسار اور جرم کے اقرار سے اس کی مغفرت ہوجائے لیکن غیبت سے توبہ کی امید بہت کم ہے اس لیے کہ غیبت کرنے والا خود کو گنہگار سمجھتا ہی نہیں، بلکہ بہت نیک اور پاک دامن سمجھتا ہے۔

زنا اور بدکاری کو ہر شخص بُرا سمجھتا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے لیے اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا تو غیبت جو زنا سے بھی بدتر ہے اسے کیوں برا نہیں سمجھا جاتا اور اس سے بچنے کا کیوں اہتمام نہیں کیا جاتا؟

مال کا ڈاکو زیادہ بُرا ہے یا عزت کا ڈاکو:

شرعاً وعقلاً چار چیزوں کی حفاظت ضروری ہے۔

① ایمان:

سب سے پہلے ایمان کی حفاظت کا درجہ ہے، اس کے لیے خواہ جان، عزت اور مال سب کچھ قربان کرنا پڑے تو بھی ایمان کی حفاظت فرض ہے۔

② جان:

دوسرے نمبر پر جان کی حفاظت ہے۔ یہ عزت اور مال کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے۔

③ عزت:

رے نمبر پر عزت کی حفاظت ہے۔ عزت کی حفاظت مال کی حفاظت سے مقدم ہے۔

④ مال:

چوتھے نمبر پر جا کر کہیں مال کی حفاظت کا حکم ہے۔

اب سوچیں کہ جو شخص کسی کے مال کو نقصان پہنچاتا ہے اسے بہت بُرا بھلا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا ظالم ہے، ڈاکو ہے، لیکن جو شخص کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اس کی عزت کو قصان پہنچاتا ہے، مالی نقصان پہنچانے والا تو اس کے مال کا ڈاکو ہے، اور غیبت کرنے ا اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اس کی عزت کا ڈاکو ہے، سو غور کریں کہ مال کا ڈاکو زیادہ ہے یا عزت کا ڈاکو؟

غیبت کی حقیقت، اس پر سخت عذاب کی وعیدیں، غیبت سے بچنے کے نسخے، ا سے معاف کروانے کے طریقے، یہ سب تفصیل میرے مطبوع وعظ ”غیبت پر میں ہے۔

آخرت کا مفلس:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا:

''مفلس کون ہے؟''

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا:

''جس کے پاس روپیہ پیسا نہ ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں، میں بتاتا ہوں کہ مفلس کون ہے، قیامت کے روز کچھ لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعمال نامے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اِشراق چاشت، صدقہ وخیرات، غرضیکہ تمام عبادات سے بھرے ہوئے ہوں گے، لیکن حساب وکتاب کا وقت شروع ہوگا تو ایک طرف سے ایک شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ یا اللہ! اس نے میری حق تلفی کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس ظالم کی عبادات سے مظلوم کے نامہ اعمال میں داخل فرمادیں گے، اسی طرح ایک اور شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا، یا اللہ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح اس دوسرے مظلوم کے نامۂ اعمال میں بھی اس ظالم کے اعمالِ صالحہ سے کچھ داخل فرمادیں گے، اسی طرح بہت سے لوگ اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے حقوق کو اس ظالم کے اعمال اور عبادات سے پورا فرمائیں گے، یہاں تک کہ اس کی تمام عبادات ختم ہوجائیں گی لیکن حقوق کے دعوے ختم نہیں ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو اس کے نامۂ اعمال میں داخل فرمائیں گے جس کی وجہ سے وہ شخص جہنم میں داخل کیا جائے گا، یہ ہے مفلس۔'' (رواہ مسلم)

ہمت بلند کرنے کا نسخہ:

اب گناہوں کے اس معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی ہمت بلند کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لیے چند اشعار سُن لیجیے، ہمارے ادارہ کا نام ہے ''دارالافتاء والارشاد'' اسے ''دارالجنون'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہنچ کر الحمدللہ! لوگوں کے دل ودماغ کی کایاپلٹ جاتی ہے جو یہاں داخلہ لے لیتا ہے وہ اپنوں سے، پرایوں سے بے گانہ ہوجاتا ہے، دنیا کی نظروں میں پاگل ہوجاتا ہے، دنیا کے سارے عقلاء اور دانشور اسے پاگل کہہ کر پکارتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں کہ پاگل کہیں کے تجھے دنیا میں رہنا نہیں؟ کیا شادی نہیں کرنی؟ آخر دنیا میں کیسے گزارا کرے گا؟ بلکہ زندہ کیسے رہے گا؟ اگر دنیا میں رہنا ہے تو برادری سے، رشتہ داروں سے، اپنے بھائی بندوں سے مل جل کر رہو، سب سے جوڑ پیدا کرو، ورنہ اس معاشرہ میں تمہارا زندہ رہنا ہی محال ہے۔

افسوس! آج کل کے بے دین مسلمان کا عقیدہ یہ بن گیا ہے:

> ''رحمٰن کی طاقت سے شیطان کی طاقت زیادہ ہے، اس لیے ڈرتا ہے کہ اگر رحمٰن کے بندے بن گئے تو بے یارومددگار ٹھہریں گے کوئی مدد نہ کرے گا اور دنیا میں جینا محال ہوجائے گا اس لیے شیطان کے بندے بن کر رہو شیطان تمہاری خوب مدد کرے گا، خدانخواستہ رحمٰن کے بندے بن گئے تو دنیا میں جینا دوبھر ہوجائے گا بھلا رحمٰن میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہیں زندہ رکھ سکے۔''

گو زبان سے یہ کفریہ کلمات کوئی مسلمان نہیں کہتا مگر عمل سے تو یہی کچھ ثابت ہورہا ہے، اگر بینک کی ملازمت چھوڑ دی تو زندہ کیسے رہوگے؟ ڈاڑھی رکھ لی، پردہ کرلیا تو اس معاشرہ میں زندہ کیسے رہوگے؟ برادری سے خاندان سے کیسے نبھاؤ گے؟ یہ تو عام لوگوں کی ذہنیت ہے لیکن جو لوگ ہمارے ''دارالجنون'' میں پہنچ جاتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جنون ہوجاتا ہے۔

یہ محض میرے اللہ کا کرم ہے ان کی دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقۂ جاریہ بنائیں۔

''دارالجنون'' سے تعلق رکھنے والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟ لوگ جب انہیں پاگل کہتے ہیں، طعنے دیتے ہیں تو ان کا جواب ہوتا ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

یا نعرۂ مستانہ بلند کرکے کہتے ہیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

یہ اشعار تو بتاتا ہی رہتا ہوں، اب ایک نیا شعر سن لیجیے۔

سمجھ کر اے خِرد اس دل کو پابندِ علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

دُنیا کی عقل اور اللہ کی محبت کا جنون دونوں میں زوردار مقابلہ ہوتا ہے، جنون عقل وخرد کو جھنجھوڑتا ہے کہ اری دنیا کی لونڈی پیسے کی پرستار! تو جو سمجھتی ہے کہ شیطان کی قوت رحمٰن کی قوت سے بڑھ کر ہے اس لیے دنیا میں زندہ رہنے کے لیے شیطان کا بندہ بننا ضروری ہے، دل کو ان دنیوی علائق اور بکھیڑوں میں ڈالنے سے پہلے ذرا سوچ سمجھ لے۔ ع

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

اس دِل دیوانہ کو پابندیوں میں جکڑنے سے پہلے ذرا سوچ لے، جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دیوانہ بنالیا اسے کوئی پابند نہیں کرسکتا۔ ع

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت کا جنون عطاء فرما۔ یہ شعر یاد کرلیجیے اور اس کا وِرد کیجیے ع

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کا سوال کیجیے، محبت کی ذرا سی رتی بھی مِل گئی تو کام بن گیا، میں کہتا ہوں:

’’یا اللہ! اِتّی سی محبت عطاء فرما دے۔‘‘

اتنی اور اِتّی میں فرق ہے اتنی تو تھوڑی بہت مقدار کو کہتے ہیں مگر اِتّی تو ذرا سی چیز ہوتی ہے جو تول میں نہیں آتی، بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِتّی سی محبت بھی مل جائے تو بیڑا پار ہے، یہ ذرا سی محبت بھی ایسی دولت بے بہا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ؎

عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی
کہ اس میں ڈوب جانا ہی ہے اے دل پار ہو جانا

بحرِ محبت کا کوئی کنارہ نہیں، کوئی انتہاء نہیں، ہاں! ابتداء ضرور ہے، محبت کی ابتداء کیا ہے؟:

’’اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے، چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔‘‘

نافرمانی کے ساتھ دعوائے محبت اللہ کے یہاں قبول نہیں جیسے بیان کے شروع میں آیت پڑھ کر بتا چکا ہوں، اللہ کا اعلان ہے کہ جو محبت محبوب کی نافرمانی نہیں چھڑواتی ہماری بارگاہ میں وہ محبت قابل قبول نہیں، ایسی کھوکھلی محبت کسی کو جہنم سے نجات نہیں دلوا سکتی، ہاں اگر نافرمانی کے باوجود ایمان ہے تو اتنا ضرور ہوگا کہ جہنم میں غوطے کھلا کھلا کر کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ نکال دیں گے، لیکن یہ غوطے بھی کتنے سال کتنی مدتیں کھلائے جاتے رہیں گے؟ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، وہ محبت جو انسان کو جہنم میں

جانے سے بچالے اس کی کم از کم حد یہ ہے کہ محبوب کی نافرمانی چھڑوا دے، مگر آج کا مسلمان تو کہتا ہے:

”میں مرجاؤں گا گناہ نہ چھوڑوں گا۔“

عبرت کے دو قصے:

سندھ کی بلّی اور مکہ کا بلاّ، دونوں کا قصہ اکثر سناتا رہتا ہوں آپ بھی سُن لیں، عبرت کے لیے ان قصوں کو یاد رکھیں، بار بار دہراتے رہیں، دوسروں کو بھی بتایا کریں۔

سندھ کی بلی:

میری ابتداء جوانی کا قصہ ہے تقریباً ۲۴، ۲۵ سال عمر ہوگی، کام کی باتیں بحمد اللہ تعالیٰ مجھے یاد رہ جاتی ہیں۔ ایک لٹیا میں ہم بچے کے لیے دودھ رکھا کرتے تھے، چونکہ اس میں دودھ کی خوشبو آجایا کرتی تھی اس لیے اس کو خوب اچھی طرح دھو کر رکھا کرتے تھے لیکن اوپر سے ڈھانپتے نہیں تھے تاکہ ہر قسم کو بو نکل جائے پھر صبح دوبارہ دھو کر استعمال کرتے تھے، رات کو یہ خالی لٹیا پڑی رہتی تھی، ایک بار رات کو بلّی آئی وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ اس کے اندر کچھ نہیں، بلّی کی نظر بھی خاصی تیز ہوتی ہے، اندھیرے میں بھی اس کو اچھی طرح نظر آتا ہے، اس کی آنکھیں غور سے دیکھیں تو بتی کی طرح چمکتی ہیں، سو وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ لٹیا میں کچھ نہیں لیکن ذرا سی بو محسوس ہوئی بس اسی کی ہوس میں مست ہوگئی، جیسے آج کا مسلمان مال کی محبت میں مست ہے، بلی اس میں منہ ڈالنے لگی تو وہ گھس نہیں رہا تھا، اس لیے کہ لٹیا کا منہ تنگ تھا۔ آخر زور سے منہ گھسیڑ ہی دیا، مگر اب نکل ہی نہیں رہا، اچھل کود رہی ہے کھٹ کھٹ کی آواز سُن کر ہم بھی پریشان ہوئے، دیکھا تو بلی رقص کر رہی ہے۔ اس کو پکڑا اور کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا ہم نے سوچا اب اس کو اچھی خاصی سزا مل چکی ہے دوبارہ یہاں نہ آئے گی لیکن دوسری رات پھر پہنچ گئی اور اسی طرح سر گھسیڑ کر پھنسا لیا، اب ہم نے سوچا اسے بقدر ضرورت سزا ملنی چاہیے یوں

باز نہ آئے گی۔

جو شخص بنوٹ جانتا ہو وہ مارنے کا بھی تجربہ رکھتا ہے، پوری طرح ناپ تول کر مارتا ہے نہ کم نہ زیادہ۔

میں نے بھی تول کر پورے اندازہ سے اسے چند تھپڑ رسید کیے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ آئندہ کسی کو نہ ستائے، لیکن تیسری رات وہ پھر آگئی اور وہی تماشا شروع کیا، ہم لوگ حیران کہ اسے قدرت کی طرف سے بار بار سزا مل رہی ہے ہم بھی گوشمالی کر دیتے ہیں مگر پھر بھی باز نہیں آتی، آخر ہم نے ہی ہار مان لی اور لٹیا کی جگہ تبدیل کر دی وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ چھپا کر رکھنا شروع کیا تو کہیں یہ مصیبت ٹلی۔

جن لوگوں کو گناہ کی چاٹ لگ گئی ان کی ایک رگ چھوڑ کر دماغ کی ساری رگیں پھٹ جائیں، بھیجا نکل جائے لیکن ٹی وی دیکھنا نہیں چھوڑیں گے، بینائی چلی جائے اندھے ہو جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ اندھا کر کے پھر بینائی دے دیں جب بھی ٹی وی کی چاٹ نہیں جائے گی، ایک بار کیا ہزار بار بینائی مل جائے ہر بار ٹی وی پر اسے قربان کرتے رہیں گے، اللہ اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے۔

مکہ کا بِلاّ:

اب مکے کے بلے کا قصہ بھی سُن لیجیے یہ تو ابھی آٹھ دس سال کی بات ہے میں مسجدِ حرام سے اپنے میزبان کے گھر آرہا تھا وہ مجھے گاڑی پر لاتے تھے راستے میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک بِلاّ لوٹے میں سر پھنسائے اسی بلی کی طرح اچھل کود رہا ہے لوگ اسے دم سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں وہ نکل ہی نہیں رہا، عجیب تماشا بنا ہوا ہے، میزبان صاحب نے گاڑی روک لی کہنے لگے:

> ”اس قسم کے واقعہ پر عرب حضرات عجیب اور نئے الفاظ بولتے ہیں، ان کی لغت سیکھنے کے لیے یہ کلمات میں ڈائری میں لکھ لیتا ہوں اسی لیے گاڑی

روک لی ہے۔“

میں نے کہا:

”ٹھیک ہے آپ وہ الفاظ سیکھ لیں میں بھی اس واقعہ سے ایک نیا سبق سیکھ رہا ہوں۔“

سندھ کی بلی اور مکہ کے بلے سے مسلمان کی ہوس کا اندازہ کر لیجیے اس کی ہوس بلے اور بلی سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، اسے کچھ بھی ہو جائے، مر جائے، دنیا کے لوٹے میں اس کا سر پھنس جائے، گلا کٹ جائے، دِماغ کی رگیں پھٹ جائیں، خواہ کچھ بھی ہو جائے یہ ٹی وی دیکھنے سے باز نہیں آئے گا۔

گناہ چھڑانے کا آسان نسخہ:

اب نہی عن المنکر سے متعلق ایک اہم بات سمجھ لیجیے، یہاں دو چیزیں ہیں ایک ہے گناہوں سے روکنا، دوسری ہے لوگوں کو گناہوں سے متعلق بتانا، یعنی گناہ کا گناہ ہونا بتایا جائے، دونوں میں بہت فرق ہے۔ روکنے کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے کہا جائے یہ کام مت کرو مثلاً کسی کو ٹی وی دیکھتے ہوئے پایا تو اس گناہ سے روک دے کہ یہ سخت نقصان کی چیز ہے تمہارے دماغ کی رگیں تک اس سے پھٹ سکتی ہیں، بینائی بھی جا سکتی ہے، یا خطاب خاص کی بجائے عمومی انداز میں لوگوں کو منع کرتا رہے یہ روکنے کا کام کچھ مشکل ہے، کسی کو اس کی قدرت ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی، یہ فریضہ ادا کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

جس جگہ روکنے کی قدرت نہیں یا مخاطب سے بات ماننے کی توقع نہیں وہاں روکنا ضروری نہیں، روکنے کے مختلف درجات ہیں موقع محل دیکھ کر اس کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہاں ہاتھ سے روکنا سود مند ہوگا یا زبان سے روکنا، یا یہ کہ زبان سے روکنا بھی خلافِ مصلحت ہے، غرض ہر شخص اس کا اہل نہیں۔

دوسرا کام ہے صرف بتانا، کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں

روکنے کی بجائے صرف اتنا بتادیتے ہیں کہ یہ کام جو آپ کر رہے ہیں گناہ ہے، سخت گناہ، اس گناہ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ یہ وعیدیں ہیں، نیز اس میں یہ یہ دنیوی مفاسد اور طبی نقصان بھی ہیں۔

یہ دو چیزیں ہوگئیں، اب بتائیے! آپ صرف زبان سے بتانے پر قدرت رکھتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کا مسئلہ تو دوسری نوعیت کا ہے، مگر زبان سے بتانے سے گناہ کو گناہ کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس میں بھی اگر آپ کوتاہی کرتے ہیں تو یہ کوئی عذر نہیں بلکہ جرم ہے، پہلی امتوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب بھی یہی تھا کہ ان کے نیک افراد منکرات پر خاموش رہتے تھے، کسی کو کچھ نہ بتاتے، نتیجہ یہ کہ معاصی میں مبتلا ان بدکردار لوگوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر نیک کردار لوگوں کو بھی معاصی میں شریک کرلیا، دونوں فریق ہم پیالہ وہم نوالہ بن گئے، نیک و بد میں کوئی تمیز نہ رہی، آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سب کو گھیر لیا۔ ان کے عبادت گزار اور صالح لوگوں کی مداہنت اور مجرمانہ سکوت نے بُرے لوگوں کو اس قدر جری اور بے باک بنادیا کہ ان کے سر ہوگئے کہ گناہوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوجاؤ اور یہ صوفیانہ باتیں چھوڑ دو، ورنہ شہر بدر کردیں گے، یہاں تمہیں جینے کا حق نہیں۔

اس امت پر ابھی تک یہ وقت نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ یہ وقت نہ لائیں۔

منکرات دیکھ دیکھ کر تماشا بینوں کی طرح خاموش کھڑے رہنا بھی ایک بدترین منکر ہے، اگر ہاتھ یا زبان سے روک سکتے ہیں تو روک دیں، ورنہ صرف بتادینے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں، مناسب انداز سے بتادیجیے کہ یہ کام حرام ہے، اس سے مخاطب کو کوئی گرانی بھی نہ ہوگی، اور آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہوجائیں گے، اگر آپ کے بتانے پر وہ گناہ سے باز آگیا تو بہتر! ورنہ کم از کم اسے جائز یا ناجائز اور حلال وحرام کا علم تو ہوگیا، اب اگر غلطی کرے گا بھی تو غلطی سمجھ کر۔ یہ بھی بڑی بات ہے کہ مسلمان کو گناہ کا احساس ہوجائے، گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرے، اس احساس سے اسے کسی وقت ندامت ہوگی اور

توبہ وانابت کا دروازہ کھلے گا، اگر بالفرض توبہ نہ بھی کی تو کم از کم دل میں احساس تو رہے گا، ندامت تو ہوگی ہی کہ گناہ کر رہا ہوں، خود کو گناہ گار تو سمجھے گا، اب یہ باغی مجرم نہیں ہوگا، اقراری مجرم ہوگا شاید اسی اقرارِ جرم پر ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہو جائے، سو کم از کم مسلمان کے علم میں یہ بات لانا ضروری ہے کہ یہ گناہ ہے۔

بہت موثر تدبیر:

بہشتی زیور میں کبیرہ گناہوں کی فہرست موجود ہے اسے کاغذ پر نقل کر لیجیے پھر فوٹو کاپیاں کروا کر لوگوں میں تقسیم کیجیے اور عام مجالس میں یہ فہرست پڑھ کر سنائیے لوگوں کو ذہن نشین کروانے کے لیے نمبر وار پڑھ کر سنائیے کہ کبیرہ گناہوں میں نمبر ایک یہ ہے نمبر دو یہ ہے اور نمبر تین یہ...... اس کا فائدہ ضرور ظاہر ہوگا، اور نہیں تو لوگوں کے علم میں تو یہ باتیں آجائیں گی، ورنہ آج تو حالت یہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے کبیرہ سے متعلق بھی لوگوں کو بتایا جائے تو وہ بڑی معصومیت سے کہتے ہیں:

> ''اچھا! ہمیں تو اب تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ بھی کوئی کبیرہ گناہ ہے، ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں یا یہ کہ معمولی سا گناہ ہے۔''

موقع کی مناسبت سے یہاں بھی چند واقعات سُن لیجیے:

① کسی تبلیغی بھائی نے مجھے خط لکھا:

> ''میں نے کئی ملکوں میں وقت لگایا اور سمجھے بیٹھا تھا کہ گناہوں سے میری زندگی پاک ہوگئی، ایک گناہ بھی باقی نہیں رہا، مگر اب آپ کے متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ دیور سے بھی پردہ ہے، یہ سن کر میں سخت پریشان ہوں اتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہا اور گناہ کو گناہ تک نہ سمجھا۔''

سوچیے وہ اتنی مدت غلط فہمی میں کیوں مبتلا رہا؟ اسی لیے نا کہ اسے مسئلہ کا علم نہ تھا۔

② دور کیا جائیے ہمارے دار الافتاء کے قریب ہی رہنے والے ایک شخص نے لکھا:

> ”میں تیس سال سے تبلیغ میں لگا ہوا ہوں اندرون و بیرونِ ملک کئی طویل تبلیغی سفر کر چکا ہوں لیکن دارالافتاء کبھی آنے کا اتفاق نہیں ہوا، آخر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی ایک بار اندر آ ہی گیا، بیان سنا تو پہلی بار احساس ہوا کہ پردہ کس قدر مؤکد اور مہتم بالشان حکم ہے، اور میں تبلیغ میں عمر صرف کر دینے کے باوجود اب تک کتنے بڑے کبیرہ گناہ میں مبتلا رہا اور خود کو پارسا سمجھتا رہا۔“

③ یہاں مغربی ممالک میں چونکہ نوجوان طبقے میں ڈاڑھی منڈانے کی لعنت عام ہے اس لیے اس موضوع پر متعدد بیان ہوئے ہیں جن میں ڈاڑھی کی عظمت اس کی شرعی حیثیت اور ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے پر وعیدیں کھول کھول کر بیان کی گئیں جس کے نتیجے میں متعدد نوجوانوں نے ڈاڑھی رکھ لی اور اس کبیرہ گناہ سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے، کئی نوجوانوں نے چہرے پر ڈاڑھی سجانے کے بعد آ کر اپنی صورتیں دکھائیں اور برملا کہا:

> ”ہمیں اب تک معلوم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے جو بغاوت کے ذیل میں آتا ہے، ورنہ ہم کب کے اس سے تائب ہو گئے ہوتے۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا بس سنت ہے۔“

دیکھیے! ایک طرف تو جہالت کا کرشمہ کہ اتنے بڑے سنگین اور مہلک گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھتے تھے اور مدتوں اس میں مبتلا رہے۔

دوسری طرف نہی عن المنکر کی برکت کہ اتنے لوگ ایسے قدیم گناہ سے ایک دَم تائب ہو گئے، اگر کوئی سمجھانے والا نہ ملتا تو یونہی زندگی بھر اس کبیرہ گناہ اور علانیہ بغاوت میں مبتلا رہتے۔

④ کراچی ہی کے کسی علاقہ سے ایک بار فون آیا:

> ”یہاں ایک امام مسجد ہیں جو ڈاڑھی منڈے کو فاسق کہتے ہیں آپ انہیں سمجھائیں کہ ایسی گستاخی سے باز آ جائیں، یہ ہمیں کس دلیل سے فاسق

کہتے ہیں جب کہ ہم حج اور عمرے کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، ان کی اقتداء میں نمازیں اداء کرتے ہیں، ہمارا پورا خاندان ہی دین میں بہت آگے ہے۔''

مجھے اس کی بے ہودہ تقریر سُن کر صدمہ تو ہوا مگر دوسرے پہلو سے خوشی بھی ہوئی کہ یہ سرپھرا امام کہاں سے آگیا جو کسی کی رورعایت کیے بغیر ایسی کھری کھری سنا رہا ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ امام صاحب کون ہیں؟ تو وہ بولا:

''یہ امام صاحب آپ کے ہاں آتے جاتے ہیں۔''

میں نے کہا............ ''بس! بس! مسئلہ حل ہو گیا۔''

دیکھیے! ان مولوی صاحب نے کسی کو گالی تو نہیں دی، کوئی بے دلیل اور غلط بات بھی نہیں کہی، ایک صاف اور سچی بات کہہ دی:

''اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صورت سے نفرت کرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ''فاسق'' ہے۔''

مگر چونکہ ایسی بات کہنے سننے کا عام دستور نہیں، ائمہ حضرات کا پورا زورِ بیاں عموماً فضائل ومناقب یا اس قسم کے مسائل پر صَرف ہو رہا ہے جن کا عوام کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے وہ حاجی صاحب ایسی بات سننے کی بھی تاب نہ لا سکے، فضائل سننے کے ہی عادی تھے اس لیے ایسی کڑوی بات سن کر تلملا اُٹھے۔

اگر اس قسم کی باتیں کہتے سنتے رہیں تو اولاً تو بہت سے لوگ سُن کر توبہ کر لیں اور گناہوں سے باز آجائیں، اگر توبہ نہ کریں تو کم سے کم علم تو ہو جائے گا کہ غلط راستہ پر جا رہے ہیں، یہ تو نہیں ہوگا کہ جا رہے ہوں جہنم کے راستہ پر اور سمجھتے رہیں کہ جنت مل گئی۔ ایسے لوگوں پر تو ہدایت کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کہنے سننے کے نتیجے میں کم از کم اس خطرناک گمراہی سے تو بچ جائیں گے، میں بجز دعاء ومشورہ کے اور کیا کر سکتا ہوں؟ مشورہ یہی جو دے چکا کہ بہشتی زیور سے کبیرہ گناہوں کی فہرست تیار کریں اور مجالس

میں پڑھ پڑھ کر سناتے رہیں، اور بہشتی زیور ہی کے حوالے سے پڑھیں، اپنی طرف سے کوئی ایک لفظ بھی نہ ملائیں، یہ بھی نہ کہیں کہ یہ کام گناہ ہے، بس پڑھ پڑھ کر سنا دیجیے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائیں، اپنی ہر نافرمانی سے بچائیں، دل میں اپنی اتنی محبت پیدا فرمادیں کہ چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

منکرات سے نہ روکنے پر وعیدیں:

افسوس آج علماء اور مشائخ تک نہی عن المنکر کے اہم فریضہ کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہر گناہ وباء عام کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب تمام بند توڑ چکا ہے، ٹی وی کی لعنت نے گھر گھر سینما ہال کھول دیے، برائیوں کے معاملہ میں لوگوں کی بے حسی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے کبائر کو وہ گناہوں کی فہرست سے ہی خارج کر چکے ہیں، بعض علماء کی مداہنت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضرات نہ صرف یہ کہ یہ سب کچھ خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں بلکہ ان گناہوں میں خود شریک ہو ہو کر لوگوں کے حوصلے بڑھا رہے ہیں، اور اپنے اس رویہ سے عوام کی نظر میں ان کبائر کا جواز ثابت کر رہے ہیں، ان کا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کس قدر سنگین اور بھاری جرم ہے اس کا اندازہ ان آیات اور احادیث سے کیجیے:

① وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۳-۱۰۴)

”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے۔“

② كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

www.shiehaq.org

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْاٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥ (۳-۱۱۰)

’’تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔‘‘

③ **يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ٥** (۳-۱۱۴)

’’اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔‘‘

④ **لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٥** (۵-۶۳)

’’کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے، وہ بہت ہی برے عمل کر رہے ہیں۔‘‘

اُمتوں کی تباہی کا سبب یہی چیز بنتی ہے کہ مشائخ وعلماء لوگوں کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔

⑤ **لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ٥** (۵-۷۸،۷۹)

’’ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم

کی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔ آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کررہے تھے، کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔"

اس آیت کی تفسیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ آگے نمبر ۲۱ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

⑥ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَأْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ (۷-۱۵۷)

"جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔"

⑦ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْھُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۟ اللّٰهُ مُھْلِکُھُمْ اَوْمُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّکُمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ٥ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ ۢ بَئِیْسٍ ۢ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ٥ (۷-۱۶۴، ۱۶۵)

"اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے رُوبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ بھول گئے اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں بسبب ان کی

نافرمانی کے۔‘‘

پہلی آیت میں تین قسم کے لوگوں کا بیان ہے:

① اللہ کے نافرمان لوگ۔

② صالحین جو خود تو نافرمانیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے۔

③ خود بھی نافرمانیوں سے بچنے والے اور دوسروں کو بھی روکنے والے۔

دوسری آیت میں پہلی اور تیسری قسم کے انجام کا بیان تو ہے کہ نافرمانوں کو تباہ کردیا اور برائیوں سے روکنے والوں کو عذاب سے بچالیا، مگر دوسری قسم یعنی جو لوگ خود برائیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے، ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا کہ عذاب سے بچ گئے یا تباہ کردیئے گئے۔

قرآن وحدیث کی دوسری نصوص کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے:

ان لوگوں کے بارے میں دو احتمال ہیں:

① گناہوں سے روکنے کی استطاعت کے باوجود نہ روکتے تھے۔

اس صورت میں یہ بھی ظالم اور مجرم ٹھہرے اس لیے ان کو بھی تباہ کردیا گیا۔

② جبراً روکنے کی استطاعت نہ تھی اور زبانی نصیحت کے قبول کی امید نہ تھی۔

اس صورت میں تبلیغ کرنا فرض نہیں، افضل ضرور ہے مگر سکوت بھی جائز ہے، اس لیے ان لوگوں کو بچالیا گیا۔

اس صورت میں بھی گناہوں سے بچنے کی تبلیغ کرنے والوں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے آیت میں صرف ان کی نجات کا ذکر کیا گیا، دوسری قسم کا ذکر چھوڑ دیا۔

پہلی آیت کے ظاہر سے دوسرے احتمال کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ لوگ امیدِ قبول نہ ہونے کی وجہ سے نصیحت نہ کرتے تھے، چونکہ اس صورت میں تبلیغ فرض نہیں اس لیے ان کو بھی عذاب سے بچالیا گیا، مگر افضل طریقہ چھوڑ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو چھوڑ دیا۔

⑧ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِo (۸-۲۵)

’’اورتم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان لوگوں پر واقع نہ ہوگا جوتم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔‘‘

⑨ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌo (۹-۷۱)

’’اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔‘‘

⑩ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o (۹-۱۱۲)

’’وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے۔‘‘

⑪ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ o وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَo (۱۱-۱۱۶،۱۱۷)

> ’’سو کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچالیا ان میں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جس میں عیش سے رہے تھے، اور تھے گنہگار، اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔‘‘

یہ پچھلوں کا حال سُنا کر اُمتِ محمد یہ کو اُبھارا گیا ہے کہ ان میں ’’اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر‘‘ کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں، گزشتہ قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش وعشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر لوگ جن میں کوئی اثر خیر باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اس طرح کفر وعصیان اور ظلم وطغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا، چند گنتی کے لوگوں نے ’’امر بالمعروف‘‘ کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہوگئی۔

⑫ **اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ o**
(۲۲-۴۱)

> ’’یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔‘‘

⑬ **یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِo (۳۱-۱۷)**

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں:

”بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

بیٹے کو یہ تنبیہ بھی فرما دی کہ برائیوں سے روکنے پر لوگ دشمن ہو جائیں گے، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں گے ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، ساتھ ہی صبر و تحمل کا نسخہ بھی بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں پہنچنے والی مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے ہمت کو بلند کریں۔

⑭ **وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o** (۱۰۳-۱ تا ۳)

”قسم ہے زمانہ کی (یعنی زمانے کی تاریخ اور دنیا میں نیک و بد کے انجام کے واقعات شاہد ہیں) کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو اعتقادِ حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔“

حاصل یہ کہ دنیا و آخرت کے خسارہ و عذاب سے صرف وہی انسان بچ سکتا ہے جو چار کام کرے:

① اپنے عقائد درست کرے۔

② اپنے اعمال درست کرے، ہر قسم کی نافرمانی سے بچے۔

③ دوسروں کو عقائدِ صحیحہ کی تبلیغ کرے۔

④ دوسروں کو ترکِ منکرات کی تبلیغ کرے اور اس پر جو مصائب پہنچیں ان پر صبر کرنے کی وصیت کرے۔

⑮ **من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ**

فان لم یستطع فبقلبہٖ و ذٰلک اضعف الایمان (رواہ مسلم)

’’تم میں جو شخص گناہ کی بات دیکھے اس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے روکے، اور یہ ایمان کا سب سے اَدنیٰ درجہ ہے۔‘‘

دل سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں درد اٹھے کہ اگر قدرت ہوتی تو میں اس برائی کو مٹا کر چھوڑتا، اس درد کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہو، جیسا کہ نمبر ۲۳ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

⑯ **والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر اولیوشکن اللّٰه ان یبعث علیکم عذابا منه فتدعونه فلا یستجیب لکم.** (رواہ الترمذی)

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دیں گے پھر تم اس سے دعاء کرو گے تو دعاء قبول نہ ہو گی۔‘‘

⑰ **ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یأخذوا علیٰ یدیه اوشک ان یعمهم اللّٰه بعقاب وقال عمرو عن هشیم وانی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول مامن قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشک ان یعمهم اللّٰه منه بعقاب.** (رواہ ابوداؤد)

’’جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے ظلم سے باز نہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔‘‘

⑱ **مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیه فلا یغیرون الا اصابهم اللّٰه بعذاب من**

قبل ان یموتوا. (رواہ ابوداؤد)

’’کسی قوم میں ایک شخص گناہوں کا ارتکاب کرے اور قوم قدرت کے باوجود اسے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے پہلے اس قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔‘‘

(۱۹) **قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن قوم یعمل فیھم بالمعاصی ھم اعزمنھم وامنع لایغیرون الاعمھم اللہ بعقاب.** (رواہ ابن ماجہ)

’’اللہ تعالیٰ عام لوگوں پر خاص خاص مجرمین کی بدعملی کے سبب اس وقت تک عذاب مسلط نہیں کرتے جب تک کہ وہ برائی کو اپنے درمیان ہوتے ہوئے دیکھ کر قدرت کے باوجود روک ٹوک نہ کریں، جب یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ (بلاامتیاز نیک وبد) عوام وخواص کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔‘‘

(۲۰) **عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: دخل علیّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فعرفت فی وجھہ ان قد حضرہ شیٔ فتوضأ وما کلم احدا ثم خرج فلصقت الحجرۃ اسمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمداللہ واثنی علیہ ثم قال: یا ایھا الناس ان اللہ تبارک وتعالیٰ یقول لک مروا بالمعروف وانھوا عن المنکر قبل ان تدعونی فلا اجیبکم وتسألونی فلا اعطیکم وستنصرونی فلا انصرکم.** (رواہ ابن حبان فی صحیحہ وابن ماجہ)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، چہرۂ انور دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فرما کر مسجد تشریف لے گئے اور کسی سے کلام نہ فرمایا، میں نے حجرہ کے قریب آ کر سُنا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرما رہے تھے، لوگو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو پہلے اس سے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری پکار کا جواب نہ دوں، مجھ سے مانگو تو میں تمہیں عطاء نہ کروں اور مجھ سے مدد چاہو تو میں تمہاری مدد نہ کروں۔"

(۲۱) عن امرأة من الانصار قالت دخلت على أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها فدخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم كأنه غضبان فاستترت منه بكم درعى فتكلم بكلام لم افهمه فقلت يا أم المؤمنين كانى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل وهو غضبان فقالت نعم او ما سمعت ما قال قلت وما قال قالت قال ان الشر اذا فشا فى الارض فلم يتناه عنه ارسل الله عزوجل بأسه على اهل الارض قالت قلت يا رسول الله وفيهم الصالحون قالت قال نعم وفيهم الصالحون يصيبهم ما اصاب الناس ثم يقبضهم الله عزوجل الىٰ مغفرته ورضوانه او الىٰ رضوانه ومغفرته. (رواہ احمد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور چہرۂ انور پر غصہ کے آثار تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا برائیاں جب زمین میں عام پھیل جائیں اور ان پر روک ٹوک نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ زمین پر اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا:

'کیا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے ان کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو عام لوگوں کو پہنچے گا پھر (مرنے کے بعد) انہیں اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور

خوشنودی کی طرف کھینچ لیں گے۔"

تنبیہ:

آخرت میں بخش دیے جانے والوں سے وہ مداہن لوگ مراد نہیں جو استطاعت کے باوجود برائیوں سے نہ روکتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے مراد ہیں جو حتی المقدور برائیوں سے روکنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے مگر پھر بھی لوگ باز نہ آتے تھے۔

(۲۲) عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نهتهم علماء هم فلم ینتهوا فجالسوهم فی مجالسهم واکلوهم وشاربوهم فضرب اللّٰه قلوب بعضهم ببعض فلعنهم علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وکان متکئا فقال لا والذی نفسی بیده حتیٰ تأطروهم اطرا. (رواہ الترمذی وابوداؤد) **وفی روایته قال کلا واللّٰه لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتاخذن علی یدی الظالم ولتأطرنه علی الحق اطرا ولتقصرنه علی الحق قصرا اولیضربن اللّٰه بقلوب بعضکم علیٰ بعض ثم لیلعنکم کما لعنهم.** (مشکوٰۃ)

"جب بنی اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہوئے تو اُن کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے پھر علماء نے خود بھی ان کی ہم نشینی اختیار کرلی اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہوگئے، آخر اللہ تعالیٰ نے بھی (ان کے ساتھ

یکساں سلوک اختیار کرتے ہوئے) ان میں بعض کے دل بعض کے ساتھ ملا دیے، ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زبانی لعنت بھیجی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ یہ فرما کر اٹھ بیٹھے پھر ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم بھی اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے جب تک ان ظالموں کو گناہوں سے منع نہ کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں نہیں جیسا تم نے گمان کیا ہے (کہ مداہنت کرتے ہوئے نجات پا جائیں) اللہ کی قسم! نیکی کا حکم کرتے رہو برائی سے منع کرتے رہو، ظالم کا ہاتھ پکڑے رہو اس کو حق کی طرف مائل کرو اور حق پر روکے رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دل بعض کے ساتھ ملا دیں گے اور تم پر بھی ایسی ہی لعنت کریں گے جیسی بنی اسرائیل پر کی۔"

(۴۳) **عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اوحی اللہ عزوجل الیٰ جبرئیل علیه السلام ان اقلب مدینة کذا وکذا باهلها قال فقال یارب ان فیهم عبدک فلانا لم یعصک طرفة عین قال فقال اقلبها علیهم فان وجهه لم یتمعر فی ساعة قط.** (رواہ البیہقی)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت الٹ دیں۔

انہوں نے عرض کیا اے رب! ان لوگوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لحظہ بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص پر اور دوسرے لوگوں پر شہر کو اُلٹ دو اس لیے کہ میری وجہ سے ایک لمحہ بھی اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا۔"

کھلے بندوں لوگ میری نافرمانی کرتے رہے مگر اس کے چہرے پر تیوری تک نہ

آئی، مداہن بن کر صرف اپنی عبادت میں مگن رہا۔

(۴۴) عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مثل القائم علیٰ حدود اللّٰہ عزوجل والواقع فیہا کمثل قوم استہموا علی سفینۃ فاصاب بعضہم اعلاہا وبعضہم اسفلہا فکان الذی فی اسفلہا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقہم فقالوا لوا انا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نوذ من فوقنا فان یترکوھم وما ارادوا ھلکوا جمیعا وان اخذوا علیٰ ایدیہم نجوا جمیعا. (رواہ البخاری)

”حدود اللہ پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ میں پڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر سوار ہوئے، بعض اس کی نچلی منزل پر اور بعض اوپر کی منزل پر بیٹھ گئے، نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر والوں پر گزرتے رہے جس سے انہیں ایذاء پہنچتی، اس لیے نچلی منزل والوں نے کلہاڑا لے کر کشتی میں سوراخ کرنا شروع کیا، اوپر والوں نے آکر اس کا سبب دریافت کیا تو بولے کہ ہماری وجہ سے تمہیں ایذا پہنچ رہی ہے اور ہمیں پانی کے بغیر چارہ نہیں، اب اگر اوپر والے انہیں نہ روکیں تو سب غرق ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو سب بچ جائیں گے۔“

یہ بطورِ نمونہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں، انہیں دیکھ کر علماء اور دینی مقتدیٰ اندازہ کر لیں کہ ان حالات میں ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اور کس حد تک وہ اس سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں؟

ایک غلط خیال کی اصلاح:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فساق و فجار کو اچھی مجالس اور نیک صحبت میں لانا بھی منکرات سے روکنے کا ایک طریقہ ہے، اچھی صحبت کے اثر سے کچھ کہے بغیر ہی گناہ

چھوٹنے لگتے ہیں۔

اس طریقہ میں اتنی بات تو صحیح و مسلّم ہے کہ اچھی صحبت کا اچھا اثر ہوتا ہے مگر صرف اسی پر اکتفاء کرنا اور گناہوں کی تفصیل اور ان پر عذاب و وعیدیں نہ بتانا مداہنت ہے، اس میں کئی فسادات ہیں:

① اگر منکرات سے روکنے کی اس تدبیر کو کافی سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ! اس حکمتِ عملیہ کا اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد چودہ سو سال تک پوری امت میں سے کسی کو بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ! قرآن، حدیث اور فقہ کے ذخائر میں امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا ذکر اور اس میں مداہنت پر وعیدیں سب بے کار ہیں اور حکمتِ عملیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ جہاد، تعزیرات اور حدود و قصاص کے تمام احکام بالکل بے معنی اور سراسر ظلم ہیں۔

② حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صحبت و نصیحت سے زیادہ مؤثر کوئی چیز نہیں ہوسکتی اس کے باوجود بھی سب لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی نہ ہوئی، اکثر نے قبول نہ کیا، اس لیے تعزیرات، حدود و قصاص اور جہاد کے احکام نازل کیے گئے۔

③ اچھی صحبت میں آنے کے باوجود کئی گناہوں کے گناہ ہونے کا جب علم ہی نہ ہوگا تو ان سے توبہ کیونکر کرے گا؟ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ تبلیغی جماعت میں عمریں صرف کردینے والے کئی حضرات کو علم نہ تھا کہ شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا اور ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا گناہ ہے، وہ اتنے بڑے کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت کو ہلکا تو کیا صغیرہ گناہ بھی نہ سمجھتے تھے۔

④ اگر کوئی اچھی صحبت کے اثر سے ایسے گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کو صرف بہتر حالت سمجھتا ہے اس لیے وہ اس سے پہلے جوان کبائر اور علانیہ بغاوتوں کا ارتکاب کرتا رہا ان سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا حتیٰ کہ اسی حالت میں یعنی کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی بغاوتوں سے توبہ کیے بغیر موت آجاتی ہے۔

⑤ اگر اچھی صحبت میں پہنچتے ہی محبت، نرمی اور دل سوزی سے ترکِ منکرات کی تبلیغ بھی خطابِ عام کی صورت میں جاری رکھی جائے تو شاید سننے والا پہلے روز یا چند دنوں کے بعد توبہ کرلے ورنہ کم از کم اس کے دل میں ندامت تو پیدا ہو ہی جائے گی اور خود کو اقراری مجرم سمجھنے لگے گا، یہ ندامتِ قلب بھی بہت بڑی دولت ہے۔ ترکِ منکرات کی تبلیغ نہ کرنے کی صورت میں اگر کسی کو محض اثرِ صحبت سے کچھ مدت کے بعد توبہ کی توفیق ہو بھی گئی تو توبہ سے قبل جتنا وقت گناہوں میں گزرے گا اس کا عذاب اور وبال ان مداہن لوگوں پر بھی ہوگا جو اس کی تبلیغ نہیں کرتے اور اگر توفیقِ توبہ سے قبل ہی موت آگئی تو ایک مسلمان کو جہنم میں پہنچانے کی ذمہ داری ان مداہن لوگوں پر ہوگی جنہوں نے اسے ترکِ منکرات کی تبلیغ نہ کی۔

بچوں کی صحیح تربیت کا اہتمام:

جو دین دار مسلمان خود منکرات و معاصی سے بچے ہوئے ہیں، گھروں کے ماحول کو بچائے ہوئے ہیں، اگر وہ دین داری کو نسلوں تک باقی رکھنا چاہتے ہیں تو ان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا پورا اہتمام کریں، ٹی وی، وی سی آر اور معاشرے کے دوسرے گناہوں سے ان معصوم ذہنوں کو یوں بچائیں جیسے دہکتی آگ سے، بچے کی سب سے پہلی اور سب سے بنیادی تربیت گاہ گھر کی چار دیواری ہے، جو لوگ گھروں کو شیطانی اثرات سے پاک کیے بغیر بچوں کو پاک دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی دینی نشو ونما چاہتے ہیں، وہ نادان خود فریبی کا شکار ہیں، خود دین دار بنے بغیر، گھروں کا ماحول درست کیے بغیر بچوں کو دین دار بنانا مشکل ہے، گھر کا ماحول درست ہو تو بچوں کی ذہنیت کیسی بنتی ہے؟ ان کی اٹھان کیسی ہوتی ہے؟ اس کا اندازہ چند واقعات سے لگائیے:

① پہلا قصہ حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا سنا چکا ہوں کہ بالکل معصوم بچے

ہیں لیکن کسی بڑے کے ہاتھ میں کتا دیکھ کر اسے نصیحت کرتے ہیں کہ یہ گناہ کا کام چھوڑ دے، وہ اس گناہ کی تاویل کرتا ہے تو اسے مُسکِت جواب دیتے ہیں۔

② دوسرا قصہ میری بچی کا ہے، ایک بار اسے تقریباً دو سال کی عمر میں بخار ہو گیا تو میں ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا، بچی بڑے غور سے اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے اس کا شوق دیکھا تو مرغ اسی کو پکڑا دیا، میں نے سوچا معصوم بچی ہے، بیمار ہے اور گھر سے بھی باہر ہے اگر اسے کہوں کہ مت لو تو شاید رونے لگے، لیکن جیسے ہی مطب سے نکلے بچی کہتی ہے:

”ابا جی! اس کی گردن توڑ دوں۔“

میں نے کہا:............”ہاں! ہاں! توڑ دو۔“

اس نے فوراً گردن توڑ کر پھینک دیا، اب معلوم ہوا کہ پہلے بھی گھور گھور کر اسی لیے دیکھ رہی تھی کہ یہ میری دسترس سے تو دور ہے اس کی گردن کیسے توڑ دوں؟

③ تیسرا قصہ مکہ مکرمہ کا ہے، میں اپنے میزبان کے گھر بیٹھا تلاوت کر رہا تھا پاس ہی ان کا معصوم سا بچہ بیٹھا رسالے اُلٹ پلٹ رہا تھا، اچانک چیخ پڑا:............

”صُوْرَۃ“

چیخ اس زور سے لگائی جیسے کہیں سے شیر آ گیا ہو یا سانپ نکل آیا ہو۔

پھر جلدی سے گیا قلم لا کر تصویر مٹا دی حالانکہ بڑی خوبصورت رنگین تصویر تھی اور بچہ بھی اس قدر کمسن معصوم کہ اسے اپنی عمر کا بھی پتا نہیں تھا، میں نے اس سے پوچھا:............**کم سنک؟**

”آپ کی عمر کتنی ہے؟“

بولا:............**اربع.** ”چار“

میں نے کہا:............**اربع سنين او اربعة اشهر ام اربعة ايام؟**

وہ بولا:............**لادری.**

’’مجھے معلوم نہیں۔‘‘

نیک والدین کی تربیت کا اثر دیکھیے کہ تصویر دیکھتے ہی اتنا ننھا سا بچہ بھی بے چین ہوجاتا ہے اور اسے مٹائے بغیر چین نہیں لیتا۔

اس بچے کے والد کی قربانی دیکھیے کہ یہ امریکا میں ایک بڑے منصب پر فائز بہت بڑی تنخواہ پا رہے تھے، ان کی معصوم بچی کو وہاں کسی عورت نے گڑیا دے دی، اس کو دیکھ کر فکرمند ہوگئے کہ یہاں ہمارے بچوں کی صحیح تربیت ناممکن ہے، بچے اس ماحول میں بگڑ جائیں گے، اپنا اور بچوں کا دین بنانے کے لیے انہوں نے اپنی دنیا قربان کی، بڑا منصب اور بڑی تنخواہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آگئے، یہاں منصب بھی نسبۃً چھوٹا اور تنخواہ بھی کم، لیکن بحمد اللہ دین کامل ہے۔

بچوں کے دل ودماغ تو خالی تختی کی طرح ہیں صاف تختی پر جو چیز لکھ دی جائے وہ نقش ہوجائے گی، قرآن مجید کی آیات لکھ دیں یا گالیاں لکھ دیں، بچوں کے بننے یا بگڑنے کا سبب ان کے والدین ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه. (متفق علیہ)

’’ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔‘‘

بچے تو پیدائشی طور پر مسلمان ہوتے ہیں ان کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار والدین ہیں، اگر بچوں کی صحیح دینی تربیت کریں تو یہ بچے ان کے لیے ذخیرۂ آخرت ہیں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور وسیلۂ نجات ہیں، اور اگر دین سے انہیں بیگانہ رکھیں خواہ ان کی دنیا پوری طرح بنا سنوار دیں تو یاد رکھیے یہی اولاد قیامت کے روز والدین کا گریبان پکڑے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے خلاف استغاثہ دائر کرے گی۔

ہر فساد کا علاج جہاد:

حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے فتنہ وفساد کا علاج صرف جہاد ہے، قرآن وحدیث کے علاوہ زمانہ کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ جب تک جہاد کے ذریعہ کفر وشرک اور فسق وفجور کی کمر نہیں توڑ دی جاتی اس وقت تک دنیا میں امن نہیں قائم ہوسکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے قتال کا حکم فرمایا ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (۸-۳۹)

”اور ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنا دیا۔

من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسهٗ مات علیٰ شعبة من نفاق.

(رواہ مسلم)

”جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں کبھی سوچا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔“

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں نفاق کی موت سے بچنے کی فکر اور اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد میں نکل کر اللہ کے لیے جان لینے اور جان دینے کے جذبات پیدا فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعین والحمدللّٰه رب العلمین.